

حرف معراج میں لفظ ”معج“ کی بغیر تحقیق

تنبیہ السیراج
فی

بیان المعراج

حضرت مولانا طفر الدین بہاری رضوی علیہ الرحمہ

جمعیت اشاعت اہل سنت پاکستان

نور مسجد کاغذی بازار میہٹا ڈکراچی نمبر ۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ ﷺ

ملک العلماء، فاضل بہار، آفتاب علم و حکمت

مولانا محمد ظفر الدین قادری رضوی علیہ الرحمہ

کارخانہ قدرت میں عالم انسانی میں ہر روز سینکڑوں انسان جنم لیتے ہیں اور سینکڑوں فنا کا جام پی کر موت کی وادی میں گم ہو جاتے ہیں ان ہی میں بعض ایسے انسان بھی آئے جو صرف اپنی ذات اور غرض تک محدود رہے اور کچھ ایسے افراد بھی اس دنیا میں رونق افروز ہوئے جنہوں نے اپنی شانہ روز محنت، و بی و بی خدمات اور لہجہ و خلوص کا پیکر بن کر انسانوں کی فلاح و بہبود اور ہندوگان خدا کی رب کریم تک رسائی کا کام کر کے اپنا نام رہتی دنیا تک چھوڑ گئے۔

تاریخ کے اوراق اس قسم کی عظیم شخصیات سے بھرے ہوئے ہیں انہی عظیم، قدر آور، نابھہ عصر اور تاریخ ساز ستیوں میں ملک العلماء، فاضل بہار، جامع معقول و معقول حضرت مولانا محمد ظفر الدین بہاری رضوی علیہ الرحمہ کی ذات ستودہ صفات کا نام دینا علم و روحانیت میں چمکتا نظر آتا ہے۔

ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ ۱۲۰۳ھ میں دریاے گنگا کے کنارے آباد پھر عظیم آباد (پٹنہ) انڈیا میں پیدا ہوئے شفقت پوری کی چھاؤں میں تعلیمی سفر کا آغاز کیا اور ۱۳۰۲ھ میں اپنے زمانے کے ماہر و مشہور استاد حدیث مولانا دمی احمد محدث سودی علیہ الرحمہ سے ”مدرسہ خفیہ“ پٹنہ میں علم حاصل کیا ۱۳۲۱ھ میں ماہر معقولات حضرت مولانا احمد حسن کاپوری علیہ الرحمہ سے معقولات میں استفادہ کیا اور اسی سال عالم اسلام کے عظیم علمی و روحانی مرکز بریلی شریف میں حاضر ہو کر اعلیٰ حضرت امام اہلسنت الشاہ احمد رضا خاں قادری علیہ الرحمہ سے شرف بیعت حاصل کیا ۱۳۲۳ھ میں دارالعلوم مظفر اسلام کے قیام میں بانیہ کردار ادا کیا ۱۳۲۵ھ میں فارغ التحصیل ہوئے اور اسی سال دارالعلوم مظفر اسلام کی مستند تدریس پر رونق افروز ہو کر تشنگان علمی کی پیاس کو بجھانے کا سلسلہ شروع کیا۔

اس موقع پر امام اہلسنت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے آپ کو تمام سلاسل طریقت میں اجازت و خلافت سے نوازا تھے ہوئے ملک العلماء اور فاضل بہار کے خطابات بھی عطا فرمائے۔

نام کتاب

تذکرہ ائمہ اثنی فی بیان المعراج
(آیت عمران میں اذہ ”من“ کی نفیس تحقیق)

مترجم

ناظر اعلیٰ، منت طب العلماء، حضرت علامہ مولانا
ظفر الدین بہاری رضوی مایہ البرہہ۔

شفا

۲۰۰

تعداد

۲۰۰۰

مفت سلسلہ اشاعت

۱۱۳

اشاعت

ستمبر ۲۰۰۳ء، رد البزب ۱۲۲۲ھ

ابتدائیہ

احمد نقشب علیہ السلام و اہل بیت علیہم السلام، علی الدوام و احبابہ اہل بیت
زیر نظر کتابچہ ”جمیعت اشاعت اہلسنت پاکستان“ کے تحت شائع ہونے والے سالہ
مفت اشاعت کی ۱۱۳ ویں کڑی ہے۔ یہ ملک العلماء حضرت علامہ مولانا ظفر الدین بہاری رضوی
علیہ الرحمہ کی تقریر ہے جس میں علامہ مصوف نے آیت عمران میں لفظ ”من“ پر محققانہ و مدلل
تفسیر فرمائی ہے۔ علامہ معراج الہی کے حوالے سے گیارہویں تقریر ہے۔ اس کتابچہ کو تنظیم
نور انان اہلسنت اور نے ہی شائع کیا۔ اب جمیعت اشاعت اہلسنت اس کو سن و سن مفت
شائع کرنے کی عادت حاصل کر رہی ہے۔ یہ کتاب بھی پچھلی کتابوں کی طرح قارئین
سے ملنی و ملتی پورا اثریں لی۔

ملک العلماء فاضل بہار علیہ الرحمہ کی عظیم شخصیت کے مختلف گوشوں پر روشنی ڈالنے
ہوئے محترم غلام جاوید شمس مصباحی (اٹلیا) اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں۔

”علم و حکمت، بصیرت و تدبیر، صابت رائے، صلاحیت فکر، سچے شعور اور راست سوچ
کے پیکر تھے۔ ملک العلماء کو امام احمد رضا کی جو ہر شناس نگاہوں نے نظر اول ہی میں پہچان لیا اور
ان کی گہری سوچ اور باوقار انداز کا کس قدر احترام امام احمد رضا کے ہاں تھا۔ ”جامعہ مظہر
اسلام“ کی تاسیس کے پس منظر میں ذرا مہما کے دیکھنے سب سے پہلا واقعہ جس کے دل میں
اگھڑائی لیتا ہے وہ ملک العلماء ہی تھے اور مظہر اسلام کے موسس علام اپنے جو بہار بحرک اور بہر مند
مجوز کی خوبصورت تحریک و تجویز کو رد فرمائے تحریک کی طاقت اور غلبہ کرنے رنگ لایا اور اسی
سال ”مظہر اسلام“ کا قیام عمل میں آ گیا۔ مدراس و جامعات کی تاریخ میں شاید یہ پہلا واقعہ ہے
کہ بانی ”مظہر“ اور پھر معلم، کسی شخص واحد کو یہ تینوں حیثیتیں ایک وقت میں ملتی ہوں کداوارے کی
تاسیس تحریک میں شمل ہو سکے اور اس کے چٹائی پر بیٹھے ڈالوئے تلمذ طے کرے اور تکمیل
درسیات ہوتے ہی اسی درس گاہ کی سند تدریس کی زینت بنادیا جائے اس خصوص میں ملک العلماء
مفرد نظر آتے ہیں۔

خیابان رضا سے اچھے والا یہ ابر بارندہ علم و فضل کا آفتاب شریعت و طریقت کا نقیب،
محافظ دین مصطفیٰ ﷺ، وارث علوم نبی ﷺ، وارث حب رسول ﷺ سے سرشار بر مصیر کے ذریعے
ذریعے کو چکا کر ۱۸ نومبر ۱۹۶۲ میں غروب ہو گیا۔ حضرت شاہ ابوالی ابدالی اسلام پوری نے نماز
جنازہ پڑھائی ملنگ پورہ یونیورسٹی کے صدر شعبہ عربی پروفیسر ڈاکٹر عبداللہ الدین احمد آپ کے لائق افتخار
فرزند اور عالم اسلام کے عظیم اسکالر ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے پیارے حبیب رؤف الرحیم علیہ افضل الصلوٰۃ
والعسلیم کے حدیث و فعل ملک العلماء کے ذریعہ جات کو بلند سے بلند تر فرمائے اور زمین ان کے
نقوش پاؤں گامزن رکھے ہوئے مسلک اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت کی توثیق و ترقی
مصرحت فرمائے۔ آمین آمین سید المرسلین ﷺ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَللّٰهُمَّ رَبِّ سَعْدِی..... صَلِّ عَلٰی عَلَیْہِ وَسَلِّتَا
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا سَعْدِی سَلِّتَا وَتَحَرَّکَ وَ
ذَکْرَہُ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا سَعْدِی
تَحَلَّکَا لِفَضْلِہِ عَنْ ذَکْرَہُ وَ عَنْ ذِکْرِہُ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی
خَیْبِہِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَ اَلْمُتَلَبِّکَ الْاَشْفِیِّیْنَ وَ عَلٰی
عِیَادِہِکَ الْمُسَالِحِیْنَ وَ عَلَیْکَا مَعْنِہُمْ وَ مَعْمَہُ وَ لَہُمْ وَ فِیْہُمْ
اَحْسَنُہُمْ اَللّٰہُمَّ اَللّٰہُمَّ اَللّٰہُمَّ
اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
سَخَّرَ الْوَحْیَ اَشْرَیْ یَعْقِدُہُ کَلِمَاتِ الشَّہِیْدِ الْخَرَامِ اَللّٰہِ
الْمُصْجِدِ الْاَنْفُسِ الْاَوْفَیْہِ لِمُرَکَّاتِ حَوَکَہُ لِمُرَبَّہُہُ مِنْ اَنَاثِنَا اَنَاثِنَا
الشَّیْخِ الْبَیْہِیْمِ مَدَیْقِہِ اَللّٰہِ مَوْلَانَا اَلْمُطِیْبِہُ وَ بَلَّغْ رَسُوْلَہُ
النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ وَ رَحِّنْ عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشَّاهِدِیْنَ وَ
اَلْمُشَہِدِیْنَ اَللّٰہُمَّ اَللّٰہُمَّ اَللّٰہُمَّ

معزز حضرات اہل علم کا ہزار ہزار شرف ہے کہ عجم شریف تین گھنٹہ میں دس
جلدے رجب شریف کے بہرب ”نیلِ عَمْرُوۃ کَمَالِہُ“ بہت ہی شان و شوکت حسن
انتظام و اہتمام کے ساتھ فیوض و مدنی و برکات ایللی کی نیاء پاشی کرتے ہوئے بحیرہ خولی
انجام پائے۔ اسل کیار حواں جلسہ برون اللہ تعالیٰ و قلیقہ انواع و اقسام برکات ایللی و

روحانی کے ساتھ منفق ہے جو انتظام و انتہام میں کسی طرح اگلے جہلوں سے کم نہیں۔
البتہ! ایک فرق ضرور ہے کہ ہر سال میں اپنی تنہیدی تقریر میں ایک نہ ایک مشہور مقرر کی
تشریف آوری کی خبر دیتا اور ان کا خیر مقدم کرتا تھا۔ ان کے اوصاف کریمہ و خصائص جلیلہ
بیان کر کے آپ حضرات سے ان کا تعارف کراتا تھا۔ اسلئے برعکس اس کے کسی کے آنے
کے بدلے ایک مجلس دوست "اس جلسہ کی روح رواں اور ہر کام میں مدد سے زیادہ دلچسپی
لیئے والے" بلوچہ ملازمت گورنمنٹ دینی جہلوں میں شرکت کرنے والے ذوق شوق سے
مجتہد اللہ سیلاہ شریف پڑھنے والے اس خانقاہ اور صاحب سجادہ سے غایت درجہ محبت کرنے
والے "بلوچہ ویکہ خانقاہ رہنما" مومنین کے سرمد تھے، لیکن اس خوش اعتقادی اور نیازمندی
سے یہاں حاضر ہوا کرتے اور ہر کام میں شریک رہا کرتے مگر یہی خیال ہوتا کہ یہیں کے
متعلقین سے ہیں۔

یقین ہے کہ اس قدر صفات بیان کرنے کے بعد حاضرین جلسہ کے دماغ اور آنکھوں
میں جناب حب الرسول خان صاحب مرحوم و مغفور کا نقشہ قائم ہو گیا ہو گا۔ اس جلسہ کی
تمہید میں کسی عالم کے آنے کے عوض ان کے اس دنیا سے جانے کی خبر حسرت اثر ذکر کرتا
ہوں "ہن کے اس جلسہ میں نہ ہونے کو میں بہت نقصان محسوس کر رہا ہوں۔ اِنَّا لَنَلْبِذُ
اِنَّا لَنَلْبِذُ رَا حِیَوُنْ"

مگر اسے حضرات! میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگرچہ محب الرسول خان صاحب
مرحوم ظاہری "بہسانی صورت سے اس جلسہ میں موجود نہیں" لیکن ان کی روح لطیف اس
وقت اپنے پیارے جلسہ "محبوب مجلس میں جس کی دس سال تک انہوں نے خدمت کی
ہے" ضرور ضرور موجود ہوگی۔ اس لیے کہ وہ مرد صالح تھے اور صالحین کی رو میں اس قسم
کے دینی جلسوں میں شرکت کے لیے آیا کرتی ہیں۔ حاکم صحیح مستدرک اور ابن ابی شیبہ اور
اہم اہل اپنی مسند میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ دنیا
کافروں کی جنت اور مسلمانوں کی زندان ہے "اور یقین والے کی جب جان نکلے گی ہے تو اس
کی مثل ایسی ہے" نیسے کوئی قید خانہ میں تھا! اب اسے آزاد کر دیا گیا کہ زمین میں مفت کرتا
اور بزرافت پہناتا ہے۔ اور ابن ابی شیبہ کے لفظ یہ ہیں کہ جب مسلمان مرتا ہے "اس کی روانہ

کھول دی جاتی ہے کہ جہاں چاہے میر کرے۔

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی جنہیں مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی بیعتی وقت
فرمایا کرتے تھے "اپنی کتاب "تذکرۃ المرقی" میں لکھتے ہیں کہ صالحین کی اوراق زمین و آسمان
اور بہشت و فیرو میں جہاں چاہیں "جاتی ہیں اور اولیاء اللہ و مشائخ کرام کی اوراق طیبہ کا تو کیا
کہنا۔ وہ تو مریدین و معتقدین کی مدد کے لیے ہر وقت مستعد اور ان کی حاجت پوری کرنے
کے لیے موجود ہیں۔ حضرت سیدی احمد زروق اکابر علماء "اولیاء" و اولیائے دیار مغرب سے
ہیں۔ اپنے قصیدہ میں ارشاد فرماتے ہیں

اَنَا لِرَبِّیْ بَیِّنٌ بِحَافِیْعِ لِحِیْنَائِمِ
اِذَا مَا سَمِعْنَا حَوُوَ الزَّیْنَانِ بِسَکِیْنِ
وَ اِنْ کُنْتُ فِیْ حَیْنِیْ وَ کَرْمِیْ وَ وَحْشِیْ
فَسَادَ یَسِیْرًا زُرُوْیْ اَمِیْ بِسُرْعَیْ

"یعنی میں اپنے رب کی پریشانیوں میں جمعیت بخشنے والا ہوں۔ جب تم
زبانہ اپنی نوحہ سے اس پر تندی کرے اور اگر تو تجلی و وحشت میں ہو تو
یوں ناکر "بنا زُرُوْیْ" میں فوراً آ موجود ہوں گا"

شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی انھیں العارفین میں اپنے غنا ابو الرضا محمد کے حالات میں
لکھتے ہیں کہ ایک بڑھیا ان کی مریدہ تھی۔ جاڑے (سروی) بنار میں جلا ہوئی، حد سے
زیادہ رکھڑ ہو گئی تھی، شب کو اسے شدت سے پیاس لگی، کوئی پانی دینے والا موجود نہ تھا،
جاڑے کی وجہ سے لطف اڑھانے کی اس کو ضرورت تھی۔ حضرت کی روح متعل ہو کر
تشریف لائی، اس کو پانی پلایا اور لطف اڑھا کر نکتہ ہو گئی، اور حضور پر نور غوث پاک رضی
اللہ تعالیٰ عنہ کے تو اس قسم کے تعریقات عالم آشکار ہیں۔ اب میں اس تمہید کو ختم کر کے
اصل مقصد کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

معزز حضرات! گزشتہ سال میں نے لفظ "من" کے متعلق مضامین بیان کیے تھے۔
اس سال بھی میرا بیان اس لفظ "من" کے متعلق ہو گا اور اس ضمن میں آگے دو عالم
میں کلمات و کلمات کا اہتمام ہو گا۔ گزشتہ سال میں نے "من" کے معنی ابتدائے

غایت بیان کر کے اس امر کو دکھایا تھا کہ یہ صفت خاص حضور اقدس ﷺ کی ہے۔ آج "من" کے دوسرے معنی تفسیل بیان کرتا ہوں۔ یعنی "من" بمعنی تفسیل یعنی علت و سبب کے لیے بھی آتی ہے جیسے "يَسْتَكْبِرُونَ يَوْمَ لَا يُغْنِي عَنْهُمْ كِبَارُهُمْ" (الاحزاب) یعنی اپنی بزرگوئیوں کی وجہ سے وہ لوگ ڈوبائے گئے اور جیسے امراء انھیں بن جگر کا مشہور شعر۔

تَنَكَّرُوا لِبَلَابِكُمْ
وَنَامَ الْخَلَوِيُّ وَ لَمْ تَزِدْ
وَذَلِكَ مِنْ نَبَاءِ بَنِي
وَمُحَمَّدٌ عَشِ أَيْسَى الْأَسَدِ

"شاعر کہتا ہے کہ اے نفس! تیری رات بیدار رہی ہوئی، یعنی بڑی بے چینی میں گزاری اور وہ لوگ کہ رنج و غم سے خالی تھے۔ وہ سو گئے اور تو نہیں سو آیا اور یہ بہب اس خبر کے ہوا جو میرے پاس پہنچی اور مجھے ابوالاسود کے متعلق خبر دی گئی تھی"

یا جس طرح فرزدق کے شعر میں ہے:

مُحَمَّدٌ حَبَاءٌ وَ مُنْعَلِي مِنْ مَنَابِتِهِمْ
فَلَا يُكَلِّمُ إِلَّا حَبِيبًا يَنْتَبِهُ

"یعنی وہ چشم پوشی کرتے ہیں یا تو ان کے سامنے آنکھیں بند ہو جاتی ہیں بہب ان کی ہیبت کے، تو ان سے کلام کی کسی کو جمل نہیں مگر جس وقت وہ تبسم فرمائیں"

تو ان تینوں جگہ "من" تفسیل کا ہے۔ یعنی علت و سبب کے لیے آیا ہے اور اس کے امثل قرآن شریف و کلام عرب میں شائع و ذائع ہیں۔

ابن عساکر نے متعدد طریقوں اور سندوں سے روایت کیا ہے کہ ہشام بن عبد الملک نے اپنے والد عبد الملک کے زمانہ خلافت میں حج کیا، بیت اللہ کا طواف کیا اور بہت کوشش کی کہ حجر اسود تک پہنچے، لیکن لوگوں کے جھوم کی وجہ سے نہ پہنچ سکا، تو اس کے لیے ایک مہر رکھ دیا گیا جس پر بیٹھ کر وہ لوگوں کے جھوم کے چھٹنے کا انتظار کر رہا تھا، اور اس کے

ساتھ شام کے حوالی موال بھی تھے۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک نوجوان نعلیت حسین و خوبصورت آیا اور بیت اللہ کا طواف کیا، جب حجر اسود کے پورے کا قصد کیا، تو لوگ کلاں کی طرح پھٹ گئے اور ان کو راستہ دے دیا کہ بہت اطمینان سے بلا مزاحمت حجر اسود کا پورہ لیا۔ یہ دیکھ کر کسی شاہی نے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے، جس کی ہیبت لوگوں کے دلوں پر اس قدر ہے؟ اور لوگ اتنی عزت کرتے ہیں؟ ہشام بن عبد الملک ان کو اچھی طرح جانتا تھا، لیکن اس خیال سے کہ کہیں اہل شام ان کی طرف متوجہ نہ ہو جائیں، ۱۱ سال ان کو نہیں جانتا۔ فرزدق شاعر بھی اس وقت موجود تھا۔ اس سے رہا نہ گیا، فوراً بول اٹھا کہ تم ان کو نہیں پہچانتے؟ لیکن میں پہچانتا ہوں، لوگوں نے پوچھا کہ اے ابو القریب! یہ کون شخص ہیں؟ فرزدق نے باہر سے ایک بہت ہی زوردار قصیدہ کہا۔ یہ قصیدہ بہت بڑا ہے، مگر چند اشعار کا پڑھنا شروع جلد سے باہر نہ ہوگا۔ اس لیے کہ اہل بیت کی تعریف و توصیف میں تعریف و توصیف رسول ہے: (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

هَذَا الَّذِي يُعْرِفُ الْبُطْحَاءَ وَ حُلَافَةَ
وَالْبَيْتِ يُعْرِفُهُ وَ الْحِجْلَ وَ الْمُحَرَّمَ

"یہ وہ شخص ہے کہ بٹھائے کہ ان کے نشان قدم کو پہچانتا ہے۔ بیت اللہ ان کو جانتا ہے، حل ان کو جانتا ہے، حرم ان کو پہچانتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے ہشام! اگر تو انہیں نہیں پہچانتا، تو کیا ہوا، مارا جہان ان کو پہچانتا ہے۔"

هَذَا عَلِيُّ رَسُولُ اللَّهِ وَالْبُدَّةُ
أَسْنَتْ رَسُولُهُ هَذَا تَهْتَدِي الْأَمَمَ

"یہ علی بن حسین ہیں، رسول اللہ ﷺ ان کے باپ ہیں، ان کی ہدایت کے نور سے اس میں ہدایت پاتی ہیں"

هَذَا إِبْرَاهِيمُ حَبْرُ عِبَادِ اللَّهِ كَتَبِهِمْ
هَذَا الْخَبْرُ الْخَبْرُ الْقَادِرُ الْمَعْلَمُ

"یہ ابراہیم بن خدا سے بھر کے بیٹے ہیں۔ یہ تھی ہیں، یہ پاکیزہ ہیں، یہ"

پاک ہیں یہ علم ہیں

لَهَذَا اِنَّ فَايِلَةً اِنْ كُنْتُمْ جَاهِلَةً
يَحْيَوِ اَنْبِيَاءُ اللّٰهِ فَذَرُوْهُمْ
”یہ حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادہ ہیں۔ تو اگر انہیں
نہیں جانتا ہے تو جان کر انہیں کے دوا غلام النہسین ﷺ ہیں
اللّٰهُ شَرَّفَهُ فِذْ مَا وَ فَضَّلَهُ
تَحْرٰی بِذٰلِكَ فِیْ لَوْحٍ لِّهِ الْقَلَمُ
”اللہ تعالیٰ نے انہیں بیشہ سے شرف کیا اور نصیبت بخشی۔ اسی کے
ساتھ لوح محفوظ میں قلم جاری ہوا“

وَمِنْ كُنْتُمْ مُّحِبِّهُمْ دِيْنًا وَ بُغْضُهُمْ
كُفْرًا وَ قُوْبُهُمْ مِّنْجًا وَ مُنْقِصًا
”یہ اس گروہ سے ہیں جن کی محبت دین اور جس سے بغض رکھنا کفر ہے
اور ان سے نزدیکی نجات اور بچاؤ ہے“

مُسَدَّدٌ مِّنْ دِيْنِهِ اللّٰهُ فِيْكُمْ
فِيْ كُلِّ بَلَدٍ وَ سَعْتُهُمْ يَوْمَ الْقُلَمِ
”اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بعد ان کا ذکر مقدم ہے۔ ہر کام کی ابتدا و انتہا
ہیں“

مُسَدَّدٌ مِّنْ الشَّوْءِ وَ الْبُلُوْیِ بِسَبَبِهِمْ
وَ مُسْتَرَادٌّ يَوْمَ الْاِحْسَانِ وَ الْاِيْمَانِ
”یہ وہ لوگ ہیں جن کی محبت کے وسیلے سے مصیبت اور برائی دور کی
جاتی ہے اور ان کے سبب سے اسلم اور نعمت میں اضافہ ہوتا ہے“

اِنْ عُدَّ اَخْلَی الْاَنْفُسِ كَانُوْا اَرْبَعَتُمْ
اَوْ ثَمَلَسَ مِّنْ عَشْرِ اَخْلَی الْاَرْضِ فِیْهِلْ مُّسَمَّ
”اگر تقویٰ والے شمار کیے جائیں تو یہ ان کے بیٹرا ہیں۔ اگر گناہ جاتے

کہ روئے زمین میں سب سے بہتر کون ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہو گا کہ یہی
لوگ ہیں“

شعرو یہ کہا ہے اور جرات و شجاعت دہلیری کی حد کر دی ہے۔
اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْهُ اللّٰهُ يَنْفِرْ
وَ الْمَرْثُ بِفِرْوٰی وَ اللّٰوُجُ وَ الْقَلَمُ
”اے خلیفہ زارے! اگر تو ان سے طواف بنتا ہے اور انکار کرتا ہے تو
اللہ تعالیٰ انہیں بچاتا ہے اور عرق انہیں بچاتا ہے‘ لوح انہیں بچاتی ہے
اور قلم انہیں بچاتا ہے“

وَ لَيْسَ قَوْلُكَ مِنْ هٰذَا بِحَسَابٍ
اَلْعَرَبُ تَعْرِفُ مِنْ اَنْكُرَتْ وَ الْعَسَمُ
”تمہارا قول کہ میں ان کو نہیں جانتا ان کے لیے سزائیں‘ جن کا تم
انکار کرتے ہو‘ انہیں عرب بچاتا ہے‘ غم جانتا ہے“

یہ سن کر ہشام بہت غصہ ہوا اور حکم دیا کہ فرزدق کو کہ معذرت دینے منورہ کے
درمیان مسلمان میں قید کر لیا جائے۔ جب اس واقعہ کی خبر امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ
عنه کو پہنچی تو بارہ ہزار درہم اس کے پاس بھیجے اور معذرت چاہی کہ اے ابو الطرس! اگر
میرے پاس اس سے زیادہ ہوتا تو اور بھی دیتا۔ فرزدق نے عرض کیا کہ اے ابن رسول اللہ
ﷺ! میں نے جو کچھ کہا‘ محض عزت دینی و ایمانی‘ اللہ و رسول کی رضا کے لیے کہا۔ ہر
گز اس پر اجر و صلہ دینی نہ لوں گا۔ امام زین العابدین نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حمیس
بہترین جزا دے۔ لیکن ہم اہل بیت جب کسی چیز کو کھل دیتے ہیں تو پھر اسے واپس نہیں
لیتے۔ تب فرزدق نے قبیل حکم کی‘ جب فرزدق قید ہوا تو قید خانہ میں اس نے ہشام کی جو
کسی شہرہ کر دی‘ آخر مجبور ہو کر ہشام نے اس کو آزاد کر دیا۔

خیر بہر کیف! مجھے یہ بیان کرنا تھا کہ لفظ من کسی علت کے لیے آتا ہے اور یہ صفت
خاص حضور اقدس ﷺ کی ہے۔ فلسفہ والے علت کی چار قسمیں بیان کرتے ہیں۔ علت
قاعلی‘ علت متوری‘ علت مادی‘ علت غائی‘ اور عام فہم کرنے کے لیے اس کی مثال اس

طرح دیتے ہیں کہ جو کام کرنے والا ہو وہ علت فاعلی ہے۔ جیسے تخت کے لیے عمار، بڑی سختی کا بنانے والا علت فاعلی ہے اور اس کی بنیاد و شکل مریخ یا مستطیل چار پاؤں، چار پیڑوں سے مل کر ایک ہیئت خاص بگلتہ منواری ہے اور لکڑی یا جس چیز کی چوکی بنائی جائے وہ علت مادی ہے اور اس پر بیٹھنا نماز پڑھنا علت غائی ہے، تو حضور القدس ﷺ بلاشبہ تمام مخلوق کی علت غائی ہیں۔ یعنی سب حضور القدس ﷺ ہی کے لیے پیدا کی گئیں، اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

زمین و زباں تمہارے لیے، کہیں و مکاں تمہارے لیے

ہنسن و چنان تمہارے لیے، بنے دو جہاں تمہارے لیے

وہن میں زباں تمہارے لیے، بدن میں ہے ہاں تمہارے لیے

ہم آئے یہاں تمہارے لیے، اٹھیں بھی وہاں تمہارے لیے

کلمہ و نجی سجاد و معنی، ظلیل و مضی، رسول و نبی

قیس و دمی، فنی و علی، ثناء کی زباں تمہارے لیے

نہ جن و بشر کہ آئندہ پہر، ناچار دور و پست کر

نہ جب و سر کہ قلب و بھر، ہیں حمید کہاں تمہارے لیے

ظلیل و شعی، مسج و معنی، سبھی سے کسی کہیں بھی نبی

یہ ہے خبری کہ خلق پھری، کہاں سے کہاں تمہارے لیے

مباد و پلے کہ چول کھلے، وہ اے پلے کہ دن یوں بھلے

نواہ کے تے ثناء میں کھلے، زنا کی زباں تمہارے لیے

حضرات! یہ نہ خیال فرمایا جائے کہ یہ محض شاعرانہ تخیل ہے، اس لیے اشعار سے

استدلال کیا گیا ہے۔ بلکہ یہ اشعار اس عالم تحقق کے ہیں، جن کی شاعری دین اور جن کی

شاعری ایمان ہے۔ جن کا ہر شعر کسی نہ کسی آیت کا ترجمہ کسی نہ کسی حدیث کا بیان ہے۔

اماریت ایمان اس مضمون پر شاید بدل ہے۔ حدیث حاکم بیہقی و طبرانی حضرت امیر المومنین

عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ حضرت القدس ﷺ فرماتے ہیں کہ

جب آدم علیہ السلام سے انزال ہوئی تو اپنے رب سے عرض کی کہ ابے میرے رب!

صدق محمد ﷺ کا میری منفرت فرما۔ رب العالمین نے فرمایا: محمد کو یہ کہہ بچاؤ! عرض کی

جب تو نے مجھے دست قدرت سے بنایا اور مجھ میں اپنی روح ڈالی، میں نے سراغ لیا تو عرش کے پاؤں پر "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ" لکھ لیا۔ چاہا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ اسی کا نام لگایا ہے، جو تجھے تمام مخلوق سے زیادہ پیارا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"مُحَمَّدٌ نَبَاؤُكُمْ أَتَىٰكَ لَا سَبْتَ، اللَّهُ تَعَالَىٰ، إِنَّكَ رَدَا سَأَلْتَنِي

بِحَبْلِهِ، فَقَدْ عَقَرْتُ لَكَ، وَ لَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا عَقَرْتُكَ، وَ مَا

تَعَلَّفْتُكَ!"

"اے آدم! تو نے سچ کہا، بے شک وہ مجھے تمام جنات سے زیادہ پیارا ہے"

اب کہ تو نے ان کے حق کا وسیلہ کر کے مجھ سے مانگا، تو میں تیری منفرت

کرتا ہوں اور اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تیری منفرت نہ کرتا، نہ تجھے

بناتا۔

دوسری حدیث میں جو حاکم نے روایت کی، اور صحیح کہا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عزت حق سبحانہ و تعالیٰ شانہ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ تم محمد ﷺ پر ایمان لاؤ اور حکم دو اپنی امت کو: وہ ان کا زمانہ پائے، ان پر ایمان لائے، اس لیے کہ اگر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں نہ آدم کو پیدا کرتا اور نہ جنت پیدا کرتا۔ نہ دوزخ بناتا۔

تیسری حدیث ابن مساکر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ

کسی نے حضور القدس ﷺ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت وحی علیہ السلام سے

کلام کیا، یحییٰ علیہ السلام کو روح القدس بنایا، ابراہیم علیہ السلام کو اپنا ظلیل فرمایا، آدم علیہ

اسلام کو برگزیدہ کیا۔ حضور کو کیا فضل عطا ہوا؟ اسی وقت جبرئیل امین حاضر ہوئے۔ عرض

کیا، رب العزت، بل بجاؤ فرماتا ہے کہ اگر میں نے ابراہیم کو ظلیل کہا، تو تمہیں حبیب

کہا۔ اگر موسیٰ سے زمین میں کلام کیا تو تم سے شب معراج آسمان پر کلام کیا۔ اگر یحییٰ کو

روح القدس سے بنایا، تو تمہارا نام آفرینش، خلق سے دو ہزار برس پہلے پیدا کیا اور تمہارے

قدم آسمان میں دباں پہنچے، جنات نہ تم سے پہلے کوئی گیا، نہ تمہارے بعد کسی کی رسائی ہو،

اور اگر میں نے آدم کو برگزیدہ کیا تو تمہیں قسم لانا چاہیہ، اے آدم! تم سے زیادہ عزت و

کرامت والا کسی کو نہ بنایا۔ قیامت میں میرے عرض کا سایہ تم پر مسخوہ اور حمد کا کاج تمہارے سر پر آراستہ ہوگا۔

تمہارا ہم میں نے اپنے نام کے ساتھ ملایا کہ کہیں میری یاد نہ ہو جب تک تمہاری یاد میرے ساتھ نہ کی جائے۔ "وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَالْإِنْسَانُ لَأَكْفَرُ فَعِمْمْ كَثُرَتْ سِتْرُكَ وَتُسْوَئُكَ عِشْدِي وَ لَوْلَا كُنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ" اور بے شک میں نے دنیا اور اہل دنیا کو اسی لیے بنایا کہ جو عزت و منزلت تمہاری میری بارگاہ میں ہے ان پر ظاہر کر دوں اور اگر تم نہ ہوتے تو میں دنیا کو نہ بناتا، یعنی آدم و عالم سب تمہارے طفیل ہیں۔ تم نہ ہوتے تو مطیع و عاصی کوئی نہ ہوتا۔ جنت و نار کس کے لیے ہوتیں؟

مقصود و ذات اوست دگر تنگی طفیل
مقصود و نور اوست دگر تنگی ظلام
ہوتے کہاں طفیل و بنایا کعبہ و منی
لولا کہ والے صاحبی سب تجھے گھر کی ہے

جو حتی حدیث سے امام مصلیٰ نے مواہب لدنیہ میں نقل کیا، آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی، اے نبی! تو نے میری کنیت ابو محمد کس لیے رکھی؟ حکم ہوا، اے آدم! اپنا سرفاضل آدم علیہ السلام نے سرائیلا۔ سرائیلا پر وہ عرض میں محمد ﷺ کا نور نظر آیا۔ عرض کی، اے نبی! یہ نور کیسا ہے؟ فرمایا، یہ نور تیری اولاد میں ایک نبی کا ہے، جس کا نام آسمان میں احمد اور زمین میں محمد ہے۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) لَوْلَا كُنَّا مَا خَلَقْنَاكَ وَلَا خَلَقْنَا سَمَاءَ وَلَا أَرْضًا اِذَا تَمَّ تَجْمَعُ تَبْنَانَا، نہ آسمان و زمین کو پیدا کرتا۔ پانچویں حدیث سے امام ابن سبع نے حضرت امیر المومنین مولائے کائنات رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ سے فرمایا: میں تجھے لیے زمین بچاتا ہوں، دریا و درجن کرتا ہوں، آسمان بلند کرتا ہوں، جزا و سزا مقرر کرتا ہوں۔

ان سب روایتوں سے صاف اور واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ سب چیزیں حضور القدس ﷺ کے لیے بنائی گئی ہیں، وہی سب کی علت غائی ہیں۔ بے شک سچ فرمایا۔
زمین و زمان تمہارے لیے، مکین و مکاں تمہارے لیے

ہمیں و چٹان تمہارے لیے، بنے دو جہاں تمہارے لیے

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ
تحویل قلب کا واقعہ آپ حضرات سے عقلی نہیں، پہلے حضور القدس ﷺ اور تمام مسلمان غائب کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرتے تھے۔ حضور ﷺ نے مہینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی تو یہود کی تالیف قلوب اور اسلام کی طرف مائل کرنے کے بغیر بیت المقدس قبلہ قرار دیا، مکہ سلطنت مہینہ حضور ﷺ تسلط و اسلام نے اور نماز پر مائل، لیکن دل خواہش یہی تھی کہ پھر بدستور خانہ کعبہ قبلہ کر دیا جائے اور اس غرض سے وہی کے انتظار میں بار بار حضور آسمان کی طرف دیکھا کرتے تھے۔ رب العزت کو یہ اوابست پسند آئی، ارشاد ہوا:

قَدْ نَرَى تَغَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُمِئِّيَنَّكَ وَبَنِيَّ
تَكْرُمُهَا قَوْلًا وَجْهَكَ يُنْطَرِقُ السَّمْعُ السَّامِعُ

"اے محبوب! ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا منہ کرنا آسمان کی طرف تو حضور ہم اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس میں تمہاری رضا اور خوشی ہے تو پھر لو منہ مسجد حرام کی طرف"

خداوند عالم نے حکم دیا اور تحویل قلب کا راز اور علت اس آیت میں ظاہر فرمایا:
وَمَا جَعَلْنَا الْإِنْسَانَ الْإِنْسَانُ كُنْتُ عَلَيْهِمْ إِلَّا لِيُنْشِئُنَّ مِن بَشَرٍ
الْأَوَّلُ بَشَرٍ لِّيُنْشِئُنَّ عَلٰی عَجَبٍ

"یعنی جس قبلہ کی طرف تم تھے، اس کو میں نے اس لیے قبلہ قرار دیا تھا کہ ظاہر ہو جائے کہ کون رسول کا قبیح ہے؟ اور کون انبیاء کے بل پھرتا ہے؟"

یعنی کون شخص رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا سچا فرما ہوا ہے کہ جو حکم حضور کا ہوتا ہے اسے بے چون و چرا بجالاتا ہے، اور کون اس میں اپنی تاکیں اڑاتا ہے؟ شاخصانے نکالنے؟ کہ یہ کیوں ہوا؟ وہ کیوں ہوا؟ غرض اس کی بھی علت حضور ہی ہیں۔

مرنے کے بعد جب انسان دفن کیا جاتا ہے تو لوگ اسے اکیلا، تنہا، محروم و تادیک گھر

میں بے یار و مددگار چھوڑ آتے ہیں۔ اس وقت دو فرشتے آتے ہیں جن کا نام ہے منکر
 نکیر ان کی اجنبیت و ناشناسا ہونے کی دلیل ہے ان کی خوفناک ہیئت اور ذرا نیکی فعل جو
 اعلیٰ میں آئی ہیں اس کو بیان کر کے میں اس معراج شریف کے پر مسرت جلسہ کو
 متوجہ کرنا نہیں چاہتا۔ وہ آتے ہی پوچھیں گے "مَنْ يَسْتَكِنُ؟" تیرا رب کون ہے؟ رب کا
 تذکرہ ہر زبان پر قدم ہر مذہب میں کم و بیش ہوا کرتا ہے جواب دینا چنانچہ مشکل
 نہیں "مشرکین کے سوا اور لوگوں کو اس کے جواب میں وقت نہ ہوگی۔

دوسرا سوال یہ ہو گا کہ "مَنْ يَسْتَكِنُ؟" تیرا دین کیا ہے؟ ہر شخص جس خیال کا معتقد
 ہوتا ہے وہ اپنا دین جانتا ہے اور اسی کو دین حق سمجھتا ہے لیکن اس کا جواب آج کل کے
 انہادی مٹے کے جواب سے کم نہیں جس میں لکھا ہوتا ہے جس کا جواب ہمارے سرسبز
 محفوظ جواب کے لفظ بلفظ "حرف" بخلاف مطابقت ہو گا وہی انعام کا مستحق ہو گا یہاں بھی وہی
 جواب ہے۔ پس سرسبز جواب کے بدلے یہاں لوح محفوظ میں لکھا ہوا جواب "جبریل امین
 کے ذریعہ آیا ہوا جواب" رسول اللہ ﷺ پر نازل شدہ جواب "رسول اللہ ﷺ اور ان
 کے خلفاء صحابہ و تابعین و ملائے دین کے ذریعہ اطراف و اکناف عالم میں پھیلا ہوا جواب
 "اَشْهَدُ بِكَ عِندَ اللّٰهِ اِلٰهِيَّةً" کے مطابق جس کا جواب ہو گا وہی جواب ہے۔ انعام
 کا مستحق وہی ہے جس کا جواب لفظ بلفظ "حرف" بخلاف مطابقت ہو۔

اب تیسرا سوال جو اصل سوال ہے "اور جس سے حق و باطل کی پہچان ہو" مومن و
 منافق کی معرفت بین طور پر ہو جائے۔ "مَنْ يَسْتَكِنُ فِيْ هٰذَا الْمَرْجِي" ہے سچے دل سے
 ان پر ایمان لائے والا ان پر جان و مال فدا کرنے والا ان کے ذکر سے زبان تر رکھنے والا
 ان کی محبت میں مست و سرشار رہنے والا ان کا مولود شریف کرنے والا مولود شریف
 پڑھنے والا مولود شریف میں ذوق و شوق سے حاضر ہو کر ملا "معراج شریف کی مجلس رچی
 شریف منتظر کرنے والا اس کے لیے پندہ و مال خرچ کرنے والا اس ذکر مبارک کا کرنے
 والا اس مجلس میں شریک ہو کر دلچسپی و محبت سے اوصاف رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)
 سننے والا توجہ و جد آجائے گا اور بے ساختہ کہہ اٹھے گا "هٰذَا رَسُوْلُنَا وَرَسِيْنَا مُحَمَّدٌ
 رَسُوْلُ اللّٰهِ اَمْسَا وَحَسْبُكَ رَسَا حَسْبُكَ رَافِقَا" یہ ہمارے رسول ہمارے پیغمبر محمد

رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہیں ان پر ہم ایمان لائے ہیں اور جو کچھ خدا کے پاس
 سے لائے اس کی ہم نے تصدیق کی۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 فرشتے اس جواب کو سنتے ہی ذرا سا مہر و زنج کا دکھا کر بیش کے لیے جنت کا دروازہ
 کھول دیں گے اور کہیں گے اے شخص اگر تو ان پر ایمان نہ لاتا تو تیرا ٹھکانہ یہ ہوتا
 لیکن ان پر ایمان کے بدلے تو نے یہ بہترین نعمت پائی۔ معلوم ہوا کہ قبر کا سوال فقط اس
 لیے ہوتا ہے کہ صاف اور واضح ہو جائے کہ کون شخص حضور اقدس ﷺ کا غلام ان کا
 فرمانبردار اور ان کا جانثار ہے؟ تاکہ اس کو بہشت بریں کی نعمتوں سے مستحق کیا جائے اور
 کون بدعت ان کا منکر ان کا مخالف ان سے مغرور ان کی بے قدری کرنے والا لوگوں
 کی دیکھا دیکھی صرف زبان سے محمد رسول اللہ کہتا ہے اور دل میں دعویٰ مساوات:

ہم سہی با اولیاء بر داشتند

انبیاء را بچو خود پنداشتند

کا حصد حق ہے کہ اسے درکات جنم کا سزاوار بنایا جائے۔

قیامت کا دن واقعی قیامت کا دن ہے۔ آفتاب جو چرخ چہارم پر چار ہزار سال کی راہ
 پر ہے میل بحر فاصلہ ہو گا راوی حدیث کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے میل اور شاہ
 فرمایا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ اس سے میل مسافت مراد ہے یا میل کلہ (یعنی سرور دانی
 کی ملائی) اگر میل مسافت مراد ہو تو وہی کیا دور ہے۔ آفتاب جو پشت کیے ہوئے اس دن
 اس طرف منہ کرے گا مایہ کہیں ڈھونڈے نہ لے گا۔ عمر بھر کے اعمال کا حساب کتاب
 ہو گا۔ اس دن نہ کوئی یار ہو گا نہ مددگار نہ کوئی مونس نہ خواہ۔ جن جن سے امید ادا ہو
 سکتی ہے وہ خود اپنی پریشانیوں میں گھرے ہوں گے۔ "يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الْاَسْمَاءُ شَيْئًا وَلاَ اَنْبِيَا
 وَلاَ اَوْصِيَا وَصُاحِبِيْهِمْ وَنَسِيْبُوْا لِحٰكْمِ الْمَلٰٓئِكَةِ يَوْمَئِذٍ يُّؤْمِنُوْنَ شَاۡنُ الْمُتَجَلِّفِيْنَ" جس دن
 آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا اپنے بھائی کو باپ سے اپنی بیوی اور اولاد سے اس دن ہر
 ایک کی شان و تکلیف ایسی ہوگی جو دوسرے سے بے تعلق کر دے گی۔ اس دن تمام لوگ
 حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور صاف جواب پائیں گے "نَعِيْسِيْ نَعِيْسِيْ
 يٰۤاٰدَمُ اِنِّیْ خَلَقْتُكَ" حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے وہی جواب پائیں

گئے۔ حضرت آپ رحیم سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے، دبیای
جواب پائیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے مگر صاف جواب پائیں
گئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یہاں حاضر ہوں گے اپنی مرضی کی دوا نہ پائیں گے۔۔۔۔
آخر میں آفتاب نبوت، المہتاب رسالت کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ سب لوگوں کے
برعکس یہاں "اَنَا لَهَا" "اَنَا لَهَا" سنیں گے۔

کہیں گے اور نبی "اِذْ خَبَرُوا اِلٰہٰی غَیْبِیْ"
مرے حضور کے لب پر "اَنَا لَهَا" ہوگا

میں ہوں شفاعت کے لیے میں ہوں شفاعت کے لیے فوراً شفاعت کے لیے
مستعد ہوں گے رب العزت کے حضور سجدہ کریں گے۔ ارشاد ہوگا "اِنَّمَا مَسَّ شِدْرُیْ فَرَفَعْتُ
رَاسَیْکَ وَ نَزَلْتُ سَمْعَیْ وَ اَسْمَعْتُ وَ نَسْتَعِیْ" اسے محمد ﷺ اپنا سر اٹھا اور کہو
تمہاری بات سنی جائے گی اور شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول ہوگی۔ حضور اقدس
ﷺ دروازہ کھول دیں گے۔ پھر ادریاء، اولیاء، صلحاء، علماء، قجاق حفاظ وغیرہ سفارش
کریں گے اور لوگوں کو جنوں میں داخل کر دیں گے یا ان کا درجہ بلند کر دیں گے۔

حضرات! مجھے اس وقت حدیث شفاعت بیان کرنا مقصود نہیں۔ اس لیے بہت ہی
مختصر کر کے اس واقعہ کو آپ حضرات کے سامنے ذکر کیا، ورنہ شفاعت کی حدیثیں بہت
مطلوبہ و مفصل ہیں۔ مجھے اس وقت فقط اسی قدر عرض کرنا ہے کہ شفاعت کا دروازہ تمام
لوگوں کے لیے بند ہوگا کسی کی عقل نہ ہوگی کہ کسی کی سفارش کرے سب کو اپنی اپنی پڑی
ہوئی اولیوں و آخرین، انبیاء و مرسلین سب پریشان حال ہوں گے یہ درجہ ٹھیک و مرتبہ ٹھوسٹی
حضور ہی کے لیے ہوگا اور پھر جتنے سفارش کرنے والے ہوں گے سب حضور کی خدمت
میں سفارش کریں گے اور فقط حضور اقدس ﷺ حضرت عزت کی بارگاہ میں شفاعت
فرمائیں گے۔ اسی کو اپنی حضرت تیس سرہ العزیز نے فرمایا:

ظلیل دینی سچا دینی سے کہی کہیں بھی نہی

یہ ہے خبری کہ غلط پھری کہاں سے کہاں تمہارے لیے

یہ تو محض کا ایک جزو شفاعت ہے۔ سرے سے محشری کو دیکھئے کہ اس کا محصل کیا

ہے۔ رب العزت جل جلالہ کو سب کچھ معلوم سب کے افعال معلوم سب کے اعتقادات
معلوم سب کے افعال معلوم سب کے حرکات معلوم سکناات معلوم کون سا ذرہ ہے؟
جس کا علم قلم وجود شایاء خداوند عالم کو نہیں "لَا یَعْرِضُ عَنْ تَدْبِیْرِیْکَ شَیْءٌ وَ لَا یُفِیْضُ
اَلْاَوْحٰی وَ لَا یُخِیْ السَّکٰوٰتُ" حضور اقدس ﷺ کو معلوم ہے

کہنا نہ کہنے والے تھے جب سے تو اطلاع
مولیٰ کو قول و قائل و ہر خیر و شر کی ہے

فرشتوں کو معلوم، جتنی روزنی سب کا نام۔ دونوں دفتر میں لکھا ہوا ہے۔ صحابہ کرام
فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ ایک دن باہر تشریف لائے اور حضور علیہ الصلوۃ
والسلام کے دونوں ہاتھوں میں دو کتابیں ہیں۔ جو کتاب داہنے ہاتھ میں تھی اس کی طرف
اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ کتاب رب العالمین کی طرف سے ہے اس میں جنتیوں کے نام
ہیں۔ ان کے پاؤں کے نام ہیں ان کے قبیلہ و خاندان کے نام ہیں ایک ایک کر کے سب
کے نام لکھے ہوئے ہیں۔ پھر انہیں سب کا نوٹس کر دیا گیا ہے جس میں نہ زیادتی ہوگی نہ
کمی۔ اور جو کتاب بائیں ہاتھ میں تھی اس کے متعلق فرمایا کہ یہ کتاب رب العالمین کی
طرف سے ہے اس میں نام جہنمیوں کے ہیں ان کے پاؤں کے نام ہیں ان کے قبیلہ و
خاندان کے نام ہیں۔ سب ایک ایک کر کے لکھے ہوئے ہیں انہیں سب کا نوٹس کر دیا گیا
ہے جس میں نہ ایک کی زیادتی ہوگی نہ ایک کی کمی ہو سکتی ہے۔ خود خداوند عالم فرماتا ہے
"نُزِّلْنَا بِیْ السَّحَرٰتِ وَ تَرْفِیْ بِیْ السَّحَرٰتِ" پھر اعتقاد بزم محشر کی ضرورت ہی کیا ہے۔
محشر کے دن قبر سے جیسے جیسے زندہ ہو کر نکلتے جائیں گے جو جگہ ان کی ہے اس کی طرف
اس کی رہبری و ہدایت ہو۔ جنتی جنت کی طرف جائیں روزنی دوزخ کا قصد کریں۔ مگر ایسا
نہ ہوگا بلکہ سب لوگ حیران و پریشان ہوں گے مائی و دودھار و صومڑتے ہوں گے اور حضور
اقدس ﷺ کو تمام محمود عطا ہوگا یہ وہ مقام ہے کہ تمام اولیوں و آخرین آپ کی تعریف
کریں گے سب کے ہاتھ نیازمندی کے ساتھ حضور کی طرف پھیلے ہوں گے۔

یاد دہا تو کیا کہ ظلیل و ظلیل کو

کل دیکھتا کہ ان سے تمنا نظر کی ہے

[illegible]

ہے ان کے واسطے کہ خدا کچھ عطا کرے
ماشا اللہ اللہ یہ ہوں ہے ہر کی ہے
حاکم حکیم داد دیا دیں نہ کچھ نہ دیں
بے عقل یہ مراد کس آیت خبر کی ہے

بے شک جو کچھ تھے ملا خدا ہی نے دیا، خدا ہی دیتا ہے، خدا ہی دے گا مگر انہیں
کے واسطے سے دے گا، انہیں کے وسیلے سے دے گا، انہیں کے ہاتھوں سے، اسی لیے دینے
میں خداوند عالم اپنے نام ہی کے ساتھ ان کا اسم گرامی بھی ملاتا ہے اور لوگوں کو اسی عقیدہ
کی رہبری فرماتا ہے:

وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُكُمْ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ سَيُؤْتِينَا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ إِنَّا إِلَى اللَّهِ رَاغِبُونَ ٥

”اور اگر وہ لوگ راضی ہوئے اس پر جو ہمیں اللہ و رسول نے دیا اور کہتے کہ اللہ ہمیں کافی ہے، قریب ہے کہ اللہ و رسول ہم کو آئندہ بھی اپنے فضل سے دے، بے شک ہم اللہ کی طرف رغبت کرنے والے ہیں“

بجزم کلام کہ جس نے خداوند عالم کی شان کر لی، شیخ غفور و رحیمی سے مغفرت کرنے والا ہے، مہنگانوں کو بخشنے والا ہے، مکرر طرح کیوں کر ان کو اپنے رسول کی بارگاہ عرش شہدہ بناتا ہے، سکھ وہیں حاضر ہو اور رسول کے عرض کو ”رسول تمہاری مغفرت کی دعا کریں۔ تم اپنے مہنگانوں پر سلام ہو، بخش چلو تو اللہ کو تو بہت ہی خوش پڑے گا۔“

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا ۝

”اور اگر لوگ اپنی جانوں پر ظلم کریں، یعنی گناہ کے مرکب ہوں، تو رسول کی بارگاہ میں حاضر ہوں اور خدا سے بخشش چاہوں اور مغفرت چاہوں۔“

بخرم جائے آئے ہیں جُاعُوکَ کا ہے گوارہ

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

"یعنی حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا میرے باپ حضور پر قربان ہوں یا رسول اللہ! مجھے خبر دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کیا پیدا کیا تو ارشاد فرمایا کہ اے جابر! ہے ٹیک اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کے قہرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا کیا تو وہ نور مدت و مانی سے گشت کرتا جہاں خدا چاہتا اس وقت میں نہ لوح کا وجود تھا نہ قلم تھا نہ جنت نہ دوزخ نہ فرشتہ نہ آسمان نہ زمین نہ آفتاب نہ مانتاب نہ جن نہ انس۔ تو جب اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ مخلوقات کو پیدا کرے اس نور کو چار حصے کیا۔ پہلے سے قلم، دوسرے سے لوح تیسرے سے عرش بنایا اور چوتھے جزو کو پھر چار حصے کیا۔ ایک سے عالمان عرش دوسرے سے کرسی تیسرے سے بقعہ ملائکہ پیدا فرمائے۔ پھر چوتھے کو چار حصے کیا۔ پہلے سے آسمان دوسرے سے زمین تیسرے سے جنت و دوزخ پیدا کی۔ پھر چوتھے کو چار حصے کیا۔ پہلے سے مسلمانوں کی آنکھ کا نور دوسرے سے مسلمانوں کے دل کا نور سرفراز بنائے تیسرے سے ان کی زبان کا نور یعنی توحید لا الہ الا اللہ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُهُ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ تمام چیزوں کی پیدائش نور محمد رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ہے اور آسمان زمین اور جو ان دونوں میں ہیں فرشتے جنت دوزخ عرش کرسی وغیرہ وغیرہ سب نور محمد رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مخلوق ہوئے اور حضور ہی کا نور سب کے لیے ماہ ہے تو حضور سب کے لیے علت مادی ہوئے۔ البتہ اس جگہ ایک شبہ ہو سکتا ہے کہ اس حدیث سے جس طرح معلوم ہوتا ہے کہ سب چیزیں حضور اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے نور سے پیدا کی گئیں اس طرح معلوم ہوا کہ حضور کا نور نور الہی سے پیدا ہوا ہے تو چاہیے کہ نور الہی سب کا مادہ ہو لیکن چونکہ یہ امر عقائد میں ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ مادہ و ملائکات سے مجتہد و منزہ ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے نور محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے نور تہا پید کیا یعنی ان کی تخلیق میں کسی کا واسطہ اور ذریعہ نہیں بنایا کیونکہ حضور اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تمام مخلوق کے ذریعہ اور واسطہ و مصل الہی ہیں اور کوئی چیز

حضور علیہ السلام کے لیے نعمائے الہی کے پہنچنے میں واسطہ اور وسیلہ نہیں اس لیے اول مخلوق کے متعلق اگرچہ متعدد روایات ہیں۔ بعض میں ہے "أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ مُؤَدِّي" بعض میں ہے "أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ الْفَلَكُ" بعض میں ہے "أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ النَّسَاء" مگر علمائے کرام ان میں تطبیق اس طرح دیتے ہیں کہ اول الاشیاء علی الاطلاق نور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہے پھر پانی ہے پھر عرش ہے پھر قلم ہے تو اولیت نور حضور اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میں حقیقی ہے اور بقیہ میں اضافی۔

اس حدیث سے بہت ہی واضح طور پر ثابت ہوا کہ عرش و کرسی لوح و قلم آسمان و زمین جنت و دوزخ اور عالمان عرش بقعہ ملائکہ مسلمانوں کے آنکھوں کا نور دل کا نور زبان کا نور سب نور محمد رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے بنایا گیا اور رسول اللہ کا نور سب کے لیے علت مادی ہوا اور اگر لفظ "من" سے علت صوری مراد لیا جائے جب بھی حضور اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سب چیزوں کے ہوں یا نہ ہوں مگر انسان کے لیے تو ضرور علت صوری ہیں۔ اور حدیث "إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰی مِثْوِیِّ" کا جس طرح یہ مطلب مشہور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا کیا ملائکہ اس معنی میں ایک وقت اور تاویل کی حاجت ہے لیکن اگر ضمیمہ مجرود حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف بھیجی جائے یعنی ہے ٹیک اللہ نے آدم علیہ السلام کو صورت محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر پیدا کیا تو اس میں کوئی وقت نہیں اس لیے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اگرچہ بعثت کے اعتبار سے متاخر ہیں مگر خلقت کے اعتبار سے مقدم ہیں۔

حدیث میں ہے "كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالْطَّبْعَيْنِ" میں اس وقت نبی تھا جبکہ آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان میں تھے یعنی ان کا کلید بھی تیار نہ ہوا تھا تو ان کا کلید حضور اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی صورت کے مطابق تیار کیا گیا۔ علانہ ابن امیر الحاج مابقی عبوری مدخل میں فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام جب غایت شوق میں حضور اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یاد کرتے تو ان لفظوں میں ندا فرماتے "يَا بَشَرُ مِثْوِيَّ وَآبَتَايَ مَعْنَى" اے ظاہر میں میرے بیٹے اور حقیقت میں میرے باپ تو بچا اپنے باپ کی

صورت پر ہو قجب کی بات نہیں، بلکہ عموماً ایسا ہی ہوتا ہے۔ اسی کو حضرت سیدی عمر بن فارض اپنے مشہور قصیدہ تاجہ نقیہ میں حضور اقدس ﷺ کی زبان سے فرماتے ہیں:

وَرَأَيْتُ زَيْنًا كُنْتُ اَبْنًا اَدَمَ صُورَةً

فَلَيْسَ مِنْهُ مَسْنُونٌ شَاهِدٌ لِبَنَاتِي

"یعنی حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں کہ میں اگرچہ ظاہر میں آدم کی اولاد ہوں، لیکن مجھ میں ان کے متعلق ایسے اوصاف اور تعلقات ہیں جو میرے باپ ہونے پر شاہد ہیں"

یعنی ان کا وجود میرے سب سے ہوا، ان کی صورت میری صورت پر بنی، اسی کو اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز اپنے "قصیدہ مدینہ" میں یہ "حضور جان نور" میں فرماتے ہیں:

ان کی اہل ان کی ثبوت ہے سب کو عام

ام ابتر عروس انیس کے ہر کی ہے

ظاہر میں میرے پھول حقیقت میں میرے گل

اس گل کی یاد میں یہ صدا اب ابتر کی ہے

اس کے علاوہ اگر آدم و اولاد آدم کا ظاہری نقش دیکھا جائے تو جس وصف وہ کر پڑے ہاتھ رکھ کر چار دانہ بیٹھتا ہے، تو صاف صورت محمد ظاہر ہوتی ہے۔ سر اس کا نیم اور ہاتھ ح کی کشش، سر دوسری نیم اور پلاؤں کی وضع وال ہے۔ تو "وَإِنَّ اللَّهَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰی صُورَتِهِ" کا مطلب واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اس طرح محمد کیا کہ جس سے صورت محمد ظاہر و عیاں ہے، اور حضور اقدس ﷺ کا نام پاک لکھتا ہوتا تو ہر چیز پر ثابت ہے۔ یعنی اور حاکم کی حدیث سے ثابت ہے کہ آدم علیہ السلام نے ہشت کے پاؤں، خودوں، ٹانگوں سب پر نام اقدس (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نام الہی کے ساتھ لکھا پلا۔ میرۃ حلبی میں ہے کہ سن ۴۵۳ میں بمقام خراسان ایسی سخت وبا پھیلی کہ لوگوں کو گمان ہوا کہ اب قیامت قائم ہوگئی۔ پچاس ایک ہزار آدمی ہلاک ہوئے، جس پر قلم قدرت سے دو سطریں لکھی ہیں۔ سطر اول "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَاعْبُدْهُ زُنًى" مطروم پر "مُسْتَعِدَّ"

رَسُولُ اللَّهِ الْفَرَسِيُّ

چند سال کی بات ہے کہ نئی دہلی میں جو گورنمنٹی مدارس بنے تھیں، تو ایک پھر آراء کے ذریعہ چڑا جا رہا تھا۔ جب دو ٹکڑے ہوئے، تو کیا دیکھتے ہیں کہ خطاطی محمد لکھا ہوا ہے، جو عجب خانہ میں رکھا دیا گیا ہے اور اس کا فوٹو کثرت سے لیا گیا ہے جو قریب قریب ہر شہر میں پھنسا ہوا ہے۔ آپ کے شہر پٹنہ علیہ السلام کی خطی مسجد میں بھی اس کا فوٹو موجود ہے۔ ۱۳۴۵ھ میں بعد مغرب چند ہزاروں سے حضور اقدس ﷺ کا نام نامی مکتوب دیکھا گیا ہے۔ جسے مولانا قاضی احسان الحق صاحب برہانپور جو گزشتہ سال آپ کے رجب شریف میں تشریف لائے تھے۔ انہوں نے فتح پور سہو میں اپنے دوستوں کے ساتھ دیکھا، اسی دن بریلی شریف میں بھی بہت سے ہندو اور مسلمانوں نے دیکھا کہ روشن ستارہ برنگ سبز نمودار ہوا، جس سے حرف نیم ظاہر ہوا، پھر ما، پھر میم، پھر دل اور بالکل نام پاک محمد ﷺ نمایاں طور پر ظاہر ہو گیا اور دیر تک قائم رہا۔ اس واقعہ سے کچھ پہلے بعض اردو اخباروں میں شائع ہوا تھا کہ بعض سواحل پر ایک پھلی دیکھی گئی، جس کے ایک جانب "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" لکھا ہوا تھا۔ دوسری طرف "مُسْتَعِدَّ الرَّسُولُ الْفَرَسِيُّ" وہ پھلی سالہ سے درست کر کے لندن کے عجائب خانہ میں رکھ دی گئی ہے، اس قسم کی ایک روایت شرح شفا میں بھی ہے۔

بعض علماء نے حضور کے نام نامی کا عجیب لطیف بیان کیا ہے کہ ہر چیز سے نام پاک محمد رسول اللہ ﷺ کے عدد ۹۲ ظاہر ہوتے ہیں۔ اس کا قاعدہ یہ ہے کہ جو چیز لویا جو لفظ خیال کرو، چاہے کسی زبان کا عربی، فارسی، اردو یا اور کوئی زبان ہو، اس کے اعداد ابجد کے قاعدہ سے نکال کر عدد خلفائے راشدین میں جو ۴ ہے، ضرب دو، حاصل ضرب میں عدد ارکان ایمان یعنی ۲ ملا کر اس کو بچپن پاک کے عدد ۲ میں ضرب دیں۔ اس کو عدد بدوح پر جو صوفیہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا نام ہے، تقسیم کریں۔ جو باقی رہے، اس کو عدد نو طہن آملین میں ضرب دے کر عالم علوی و سفلی یعنی ۲ اس پر اضافہ کریں۔ عدد اسم پاک محمد ظاہر ہوگا۔ اب رہ گیا علت کے اقسام میں سے علت قاطعی۔ ہم لوگوں کے عقیدہ میں قاطعی غبار تمام چیزوں کا صرف ذات پاک و وحدہ لا شریک ہے۔ اس لیے ہم کسی چیز کو علت قاطعی ماننے کے لیے تیار نہیں۔ اگرچہ مجازاً ایسا اطلاق قرآن و حدیث میں وارد ہے۔ قَالَ اللَّهُ

تَمَّالِي رَحْمَةً عَنْ سَيِّدِنَا عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَوَالسَّلَامُ۔
 "أَتَيْتُ أَخْلَقُ لَكُمْ تَرَى الْعَلَمِينَ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنْفَعُ وَفِيهِ
 مَبَكْرُونَ طَيْرُ الْإِيْذَنِ الْكَلْبُ"

"میں پیدا کرتا ہوں تمہارے لیے مٹی سے پرندہ کی صورت 'پہن چھوٹ
 مارتا ہوں اس میں 'تو اللہ کے حکم سے پرندہ ہو جاتا ہے۔"

اس جگہ حضرت سیدنا مسیح علیہ السلام کا وہ خداوند عالم کے ساتھ کامل دیدہ ہے۔
 یہ نہیں فرمایا "أَتَيْتُ أَخْلَقُ لَكُمْ تَرَى الْعَلَمِينَ طَيْرًا" "میں تمہارے لیے مٹی سے پرندہ
 پیدا کرتا ہوں" بلکہ یہ فرمایا کہ میں پرندہ کی شکل و صورت بناتا ہوں اور اس میں چھوٹ
 مارتا ہوں 'تو اللہ کے حکم سے پرندہ ہو جاتا ہے۔ اس لیے میں سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو
 علت فاعل نہیں جانتا اور حقیقی توحید یہی ہے۔ جو اہل سنت و جماعت اور گروہ صوفیہ کرام
 کا شعار ہے۔

اس جگہ شاید بعض حضرات کے دل میں یہ خیال گزرے کہ حقیقی توحید کیا کیا کوئی
 مجازی توحید بھی ہوتی ہے؟ اور کیا توحید کے بھی اقسام ہیں؟ تو جواب اس کا انہات میں ہے۔
 توحید پانچ قسم کی ہے۔ اول: توحید ایمانی "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" یعنی "خدا کے سوا کوئی معبود
 نہیں"۔ جو شخص خدا کے سوا کسی دوسرے کی عبادت کرے گا 'توحید ایمانی سے باہر ہو
 جائے گا۔ دوسرے توحید اعلیٰ "لَا مَوْجُودَ إِلَّا اللَّهُ" "خدا کے سوا کوئی معبود
 قدرت اسرار ہم کا مسلک ہے۔ یہ دونوں توحیدیں حق ہیں۔ تیسری: توحید انتزاعی جس کے
 سبب معتزلہ اپنے آپ کو اصحاب العدل والتوحید کہتے ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ حق ہے اور اس کی
 صفات باطل کہ تعدد تھا لازم نہ آئے۔ چہارم: توحید بحدی کہ اللہ کو کمال اور اس کے سوا
 کسی کو نہ مانا۔ جس کی تعلیم دہلی کی لال کتاب (اسامیل دہلوی کی تفتیہ الامانیات) میں ہے۔
 اس لیے اس کتاب کو ماننے والے اپنے آپ کو مومند کہتے ہیں۔ پنجم: توحید اتحدی جس کے
 مدعی متصوفہ طہرین ہیں کہ میں بھی خدا اور تو بھی خدا۔ انہوں نے وحدت و اتحاد میں فرق
 نہ کیا۔ وحدۃ الوجود ضرور حق ہے اور اتحاد ماننا باہاز و حرام۔ صوفیہ سے بڑھ کر کون مومند
 ہوگا؟ اصل توحید تو انہی کی ہے اور درحقیقت صوفی وہی ہے کہ توحید کے مراتب مثلاً پر

کار بند ہو۔

ان کے یہاں توحید کے تین مراتب ہیں۔ اول: توحید فی الافعال یعنی سالک اپنے اور
 تمام عالم کے اختیار سے باہر ہو اور جو حرکات و سکنات کر اپنے اور دوسرے کے سمجھتا تھا
 ان سب کو حق تعالیٰ سے جانے اور حق تعالیٰ کی طرف نسبت کرے اور اپنی اور لوگوں کی
 حرکت کو ایسا خیال کرے کہ "مردہ بدست غفل" ہے۔

ہر نیک و بد خود خود جہاں سے گزرد

خود سے کند و بماند ہر عام نداد

دوم: توحید فی الصفات یعنی اپنی اور دوسروں کی صفات، یعنی علم و ارادہ، مشیت و
 قدرت، سب و بصر، کلام و فکر کو جسے عام لوگ اور لوگوں کی طرف نسبت کیا کرتے ہیں۔ ان
 سب کو حق کی طرف سے نسبت کرے اور صفات حق سبحانہ و تعالیٰ جانے اس کے ذرا سا
 خلاف کرنے پر صوفیہ سے گرفت کی جاتی ہے۔ حضرت سلطان العارفين خواجہ باہزید۔ سلامی
 کے حال میں لکھا ہے کہ جب ان کا انتقال ہوا اور خداوند عالم کے نزدیک ان کی روح حاضر
 ہوئی 'تو رب العزت نے پوچھا میرے لیے کیا تحفہ لائے؟ انہوں نے عرض کی 'خداوند!
 "توحید آوردہ ام" جواب میں ارشاد ہوا "ذَیْجَزْ كَيْفَكَ الْكَفَى" یعنی اس شب کی بات یاد
 کرو کہ تم نے دودھ پیا تھا 'تمہارے پیٹ میں درد ہوا 'لوگوں نے پوچھا پیٹ میں آپ کے
 درد کس طرح ہوا؟ تم نے جواب دیا کہ میں نے دودھ پیا تھا۔

نکو مگرے نکو مکت است بالذات

کہ التوحید اسقاط الاعنائات

تیسرا مرتب توحید فی الذات کا ہے، یعنی سالک اپنے اور اپنے سوا جن لوگوں کو وہ
 موجود جانتا اور کہتا ہے 'سب کو سلب محض سمجھے اور صرف ایک ذات وحدہ لا شریک کو
 موجود جانے 'سب کو ظلال و عکوس اسی ذات کا یقین کرے۔

ہر چہ بنی یاد بہت انیاد نیست

غیر از جزو ہم د جز پندار نیست

کہ پشیمان دل میں جز دوست

ہر چہ بنی ہدائے مقرر اوست

اسی لیے بزرگان دین فرماتے ہیں کہ صوفی وہ نہیں جو چلہ اور ریاضت میں دن کاٹے۔ صوفی آنت کہ نود "مَحَلُّ شَيْئٍ مَّا لَيْكَ إِلَّا حُبُّهُ" اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک ﷺ و اولیاء اللہ کے طفیل و برکت سے ہم سب لوگوں کو اس مرتبہ علیا پر پہنچائے۔

حضرات لفظ "من" کے معانی اور بھی ہیں اور ان سے بھی اوصاف حضور اقدس ﷺ ظاہر ہو رہا۔ لیکن ایک ایک لفظ کے پیچھے کئی کئی سال کا وقت آپ لوگوں کا لینا نہیں چاہتا ہوں۔ اس لیے اب بعض خاص نکات معراج کے بیان کر کے اصل واقعہ معراج کا بیان مناسب معلوم ہوتا ہے اور زندگی سب لوگوں کی بخیر ہے تو آئندہ سال المسجد الحرام کے متعلق مضامین بیان ہوں گے۔

فلا فہم حکمت کی کتابوں میں حرکت کی بحث میں لکھتے ہیں کہ "اَلْحُرُوكَةُ كُتُوبَانِ رِضَا اَلْاَشْيَاءِ مِنْ مَتَكَاتِيْنِ" یعنی حرکت دو گون ہے "دو آن میں" دو مکان میں "یعنی کسی چیز کا دو آن میں" دو مکان میں ہونا" یہ حرکت ہے۔ اور دو آن میں ایک ہی مکان میں رہنا سکون ہے۔ اور حرکت کے لیے چھ جڑوں کا ہونا ضروری قرار دیتے ہیں۔ اول: رک جو حرکت دینے والا ہو۔ دوم: محرک جو حرکت کرے۔ سوم: مبادہا جہاں سے حرکت ہو۔ چہارم: متی جس طرف حرکت واقع ہو۔ پنجم: مسافت جہاں حرکت واقع ہو۔ ششم: زمین جس فضاء میں حرکت واقع ہو۔ لیکن قرآن شریف کا فلسفہ حق اس فلسفہ سے بہت بڑا ہوا ہے کہ اس آیت کریمہ میں حرکت کی چھ جڑوں کو بیان کر کے ایک ساتویں چیز کا اضافہ بھی فرمایا۔ تاکہ معلوم ہو کہ حرکت کے لیے سات جڑوں کی ضرورت ہے۔ شہید سحائے اَلْبَدْنِ اَشْرَىٰ عَرُكٌ ہے۔ یعنی یہ اسراء معراج میں حضور کا تشریف لے جانا "خود اپنی بشریت یا قوت نبویہ" نہیں ہوا بلکہ لے جانے والی اس کی وہ ذات ہے جو تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے۔ اب اس کے متعلق جو کچھ بحث و تحقیق ہو "خداوند عالم کی قدرت کاملہ پر نظر کرتے ہوئے کرنا چاہیے۔

اگر کوئی چیز اس کی قدرت سے کوئی باہر کچھ تو البتہ چون دہرا کر سکتا ہے "ورنہ یہاں زبان کھولنے کی گنجائش نہیں۔" "یَسْتَبْدِہُ" یہ محرک کا بیان ہے۔ خداوند عالم نے میر

کرائی لیکن کس کو؟ اپنے بندہ محمد رسول اللہ ﷺ کو جو سرایا اگلا ہیں۔ جن کی صورت معجزہ، جن کی سیرت معجزہ، جن کی پیدائش معجزہ، جن کا نشوونما معجزہ، جن کی امامت معجزہ، جن کا تقویٰ معجزہ، جن کے افعال، حرکات، مکانات معجزہ۔ خداوند عالم قادر ہے کہ اگر چاہے تو بڑے سے بڑے ہمارے جن میں ذاتی حرکت کی بالکل صلاحیت نہیں "ان کے آن میں چاہے تو بڑے سے بڑے جائے" مہمانے، پھر اسے "میر کرائے" پھر اگر حضور اقدس ﷺ کو جہاں سے چاہے لے جائے "مہمانے" کی غریب قہقہل کے لیے ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں لے گیا تو تعویذی سی رات میں "کَیْنَ" کی غریب قہقہل کے لیے ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس قدر قہقہل رات میں کہ داہنی کے وقت بستر مبارک گرم تھا، دروازے کی کنڈی مل رہی تھی۔ "یَسَّ اَلْمُسْجِدُ اَلْمَعْرُومُ" یہ مناسبتہ الحُرُوكَةُ کا بیان ہے۔ یعنی یہ میر کہاں سے شروع ہوئی، مسجد حرام سے۔ "بِئْسَ اَلْمُسْجِدُ اَلْمَقْصُودُ" یہ مناسبتہ الحُرُوكَةُ کا بیان ہے۔ یعنی حرکت کس طرف ہوئی؟ کدھر ہوئی؟ ششم: منافیہ الحُرُوكَةُ مسافت مسجد حرام و مسجد اقصیٰ ہے۔ قرآن شریف نے ایک اور ضروری بات زیادہ فرمائی "لِیَسِّرَہُ مِنْ اَمَانَتِنَا" تاکہ دکھائیں ہم ان کو اپنی نشانیاں، یعنی فرض و عبادت حرکت، یہ میر کرنا خداوند عالم کا اپنے حبیب محمد رسول اللہ ﷺ کو شب میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے جانا، اس مقدور و عبادت کے لیے ہوا کہ دکھائے اللہ تعالیٰ ان کو اپنی قدرت کے نشانات اور عجائب و غرائب کونات "اس لیے کہ یہ حکیم جل جلالہ کامل ہے اور

فِیْہِ اَلْحُکْمُ لَیَسِّرَہُ اَلْحُکْمُ

اب رہا یہ کہ لے جانا مسجد حرام سے کیوں واقع ہوا؟ اور معراج کہ معطر سے کیوں ظہور پذیر ہوئی؟ مدینہ طیبہ میں کیوں نہیں ہوئی؟ علمائے کرام اس میں معلقت عقلی یہ بیان کرتے ہیں کہ اگر معراج مدینہ طیبہ سے ہوئی تو پھر منزل کی زمین جو کہ معطر اور مدینہ طیبہ کے درمیان ہے، حضور کے قدموں کی برکت اور اس نور کی شعاعوں سے محروم رہ جاتی۔ حضور کا فیض عام ہونے کے لیے مسجد حرام سے معراج میں تشریف لے جانا ہوا۔ دوسری وجہ اس کی یہ بھی ہو سکتی ہے کہ مدینہ طیبہ میں حضور پر ایمان لانے والے بہت کم تھے۔ اگر وہاں معراج ہوئی اور حضور اس کو بیان فرماتے، سب مسلمان "اَلْاَمْنُ وَ اَلْاَمْنُ" کہتے۔ کہنے والا کہ سنا کہ جناب من اپنی جماعت میں بیٹھ کر جو چاہا

کہہ دیا، اپنی جماعت نے تصدیق کی، لطف کی بات جب ختمی کہ خائفین کے مجمع میں اس کا دعویٰ کیا جاتا، اور وہ لوگ اسے تسلیم کرتے۔ اسی لیے یہ واقعہ کہ معمر میں پیش آیا، اور موافق مخالف سب کے سامنے حضور نے بیان فرمایا، موافقین نے تسلیم کیا۔ خائفین نے پہلے تو معمر کو اڑایا، پھر روشن نشان صداقت دیکھ کر تصدیق پر مجبور ہوئے۔

پہلے تو ان لوگوں نے سمجھا کہ معمر سے بیت المقدس ایک مہینہ کی راہ ہے، تو آمد و رفت کے لیے دو مہینہ کا زمانہ چاہیے۔ اسے حضور نے تھوڑی دیر میں طے فرمایا۔ یہ بالکل خلاف عقل اور غلط ہے۔ پھر سوچ سناج کر یہ قرار دیا کہ کس طرح گئے؟ کیسے آئے؟ یہ تو کوئی چیز نہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ آپ گئے؟ انہیں، تو وہ لوگ جانتے تھے کہ حضور اقدس ﷺ فی عمو بھی بیت المقدس نہیں تشریف لے گئے ہیں، تو اگر آج کی رات وہاں تشریف لے گئے ہیں، تو اس کا نقشہ اس کے بیانات منار وغیرہ کی حالت ضرور بیان کر سکتے ہیں۔ ان باتوں کو پوچھنا شروع کیا کہ وہاں کتنے در ہیں؟ منار کتنا اونچا ہے؟ وسعت اس میں کتنی ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔

ملاحظہ کیے بالکل عامیانہ بات ہے کہ آدمی کسی مکان میں جاتا ہے تو اس کی مشیتیں مختلف ہوتی ہیں۔ کبھی جغرافیائی حیثیت، کبھی جغرافیائی شان سے انسان کسی مکان کو دیکھتا ہے، تو اس کی نگاہ ان باتوں کی طرف ہوتی ہے کہ عمارت کتنی اونچی ہے؟ دیواریں کتنی موٹی ہیں؟ عمارت کا طول کس قدر ہے؟ عرض کتنا ہے؟ کتنے در ہیں؟ کتنے طاق ہیں؟ کتنی اونچی عمارتیں ہیں؟ اور جو شخص کسی دوسری غرض سے گیا ہو، اس کی توجہ ہرگز ان چیزوں کی طرف نہیں ہوتی۔ ہم لوگ اس خانقاہ میں کتنی دفعہ آئے ہیں، دس میں کیا؟ سو دس مرتبہ سے بھی زیادہ۔ بعض لوگوں کا اتنا ہوا ہوگا، لیکن اگر کوئی شخص اس جگہ سے اٹھنے کے بعد، یہ پوچھے کہ اس کے پاس کتنے اونچے ہیں؟ کتنی لمبی خانقاہ ہے؟ کتنی چڑی ہے؟ اس میں کتنی شہتیریں ہیں؟ کتنی کزیاں ہیں؟ کتنے جہاز ہیں؟ کتنے قافلوں ہیں؟ تو شاید ہی کوئی آدمی سب باتوں کو پورے طور سے تائیکے، لیکن ان لوگوں کے معلومات اسی قدر تھے

ع فکر ہر کس بقدر امت لوست

وہ لوگ اس سے زیادہ بلند پروازی کری نہیں سکتے تھے۔ حدیث شریف میں ہے کہ

جب ان لوگوں نے مجھ سے بیت المقدس کے نقشے، اس کی بنات، اس کی حالت در یافت کرنا شروع کیا، تو مجھے سخت پریشانی ہوئی کہ اس جلی اہلی کے دقت کیا میری حیثیت یہ تھی؟ کہ میں در و دیوار کی طرف متوجہ ہوتا اور اپنی ہمت ادھر صرف کرتا، اور اگر جواب نہیں دیتا ہوں، تو بار وجودیکہ میں سچا ہوں اور واقعی بیت المقدس تک گیا، وہاں مرہ (پتھر) میں اپنا براق باندھا، مجمع انبیاء میں آیا، اول سب لوگوں کا امام بنا، ان کو نماز پڑھائی، لیکن یہ لوگ سمجھیں گے کہ ان کا کتنا غلط ہے۔ بیت المقدس میں تشریف لے گئے، ورنہ اس کے حالات نقشہ وغیرہ بیان کر دیجئے۔ اگلے میں کیا کہتے ہیں کہ جبرئیل امین علیہ السلام بیت المقدس کو اپنے شامل لینے ہوئے حاضر ہوئے اور بیت المقدس کو میرے سامنے کر دیا۔ اب کیا ہے، جو کچھ وہ لوگ پوچھ رہے ہیں، میں ہر چیز کو دیکھ دیکھ کر بتانا جا رہا ہوں۔ جب اس عمارت کے نشانات، مسجد کی ترکیب اور بیات، عیارے اور برجوں کی تعداد سب بتا دیجئے تو یہ سن کر خائفین خاموش ہو گئے اور اقرار کرنا پڑا کہ بے شک حضور بیت المقدس تک گئے، اور بغیر گئے ہوئے آدمی اس طرح کسی جگہ کا نقشہ نہیں کھینچ سکتا۔ سب باتوں کا ایسا مجمع اور بغیر گئے ہوئے آدمی اس طرح کسی جگہ کا نقشہ نہیں کھینچ سکتا۔ سب باتوں کا ایسا مجمع جواب نہیں دے سکتا، جس میں ہاں برابر ہی فرق نہ پڑے۔ "وَاللَّيْلُ مَا شَيْءٌ يُدْرِكُ" یہ خائفین کا تسلیم و اقرار کرنا، خائفین کے ہزار مرتبہ تسلیم سے بڑھ کر ہے، اسی لیے معراج کہ معمر سے ہوئی، نہ دینہ طیبہ ہے۔

ابن ابی اس جگہ ایک شبہ ہو سکتا ہے کہ صحاح اعلیٰ سے ثابت ہے کہ حضور کا شب ۲۷ رجب کو کہ معمر سے تشریف لے جانا، صرف مسجد الصغریٰ ہی تک نہ تھا، بلکہ وہاں سے مَسَارَاتِ عَلٰی، مَسَامِ مَسْمُودٰی، مَسْمُوطِیۃُ الْحَمٰۃِ، ابی دال، دُنٰی، قُنْدَلٰی، فُکَّانَ، قَابَ قَوْسَیْنِ، اَوَاذُنِ، تک سیر ہوئی تو بیت المقدس کے ذکر کرنے کی کیا وجہ ہے اور جب جانا لے جانا، آسمانوں تک اور اس کے اوپر تھا، تو کہ معمر سے بیت المقدس، پھر وہاں سے آسمانوں کے اوپر لے جانے میں کیا مصلحت ہے؟ کیوں نہیں غاند کہ یہی سے سیدھے آسمانوں کی سیر کر لیتی تھی؟

تو بات اصل یہ ہے کہ خداوند عالم کے سب کام حکمت سے ہوتے ہیں۔ معراج کا واقعہ ایسا ہے کہ بہتر سے پڑھے لکھے ہوئے لوگوں کے عقل میں نہیں آتا کہ عرب کے

پیارے جاہل لوگ اس کو کس طرح سمجھ سکتے تھے؟ اور ان کی عقلوں میں اتنی وسعت کہاں جو سمجھ سکیں؟ کہ ایک انسان اپنے قوائے بشری و جسم غصری کے ساتھ تھوڑی سی دیر میں آسمانوں کے اوپر جائے اور ہزاروں سال کی مسافت قطع کر کے سب کچھ دیکھ بھل کر واپس آجائے۔ اگر وہ سمجھتا بھی چاہتے اور دماغ پر زور بھی ڈالتے، تو کوئی چیز ان کے دماغ کو تیز کرنے والی اور اس واقعہ سے قریب کرنے والی نہ تھی، جس سے وہ اس بات کو سمجھ سکیں اور یہ بات ان کی عقلوں میں آسکے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ اسراء و معراج میں مکہ معظمہ سے پہلے بیت المقدس لے گیا، پھر وہیں سے اہل ہاشم اللہ تعالیٰ میر کرمانی تاکہ اس کی صداقت کو کچھ دلیل سے معلوم کر سکیں۔ وہ لوگ بیت المقدس بار بار گئے ہوتے تھے، وہاں کا نقشہ ان کے پیش نظر تھا۔ مگر اب سب ان کے دماغوں میں منقش تھے اور ساتھ ساتھ یہ بھی جانتے تھے کہ حضور اقدس ﷺ بیت المقدس بھی تشریف نہیں لے گئے۔

جب ان لوگوں کے سوال پر وہاں کے حالات، کیفیات اور پورا نقشہ ان کے سامنے سمجھ کر رکھ دیا، جس سے یقین کر لیا کہ یہ ضرور گئے ہیں، بے گمے ہوئے کوئی شخص اس قدر مہین و مہن جملہ حالات و کیفیات نہیں بیان کر سکتا، تو اس سے اس قدر ان کو سمجھنے کا موقع مل سکا ہے کہ جس زمانہ میں کہ نہ موز کا رہے، نہ ہوائی جہاز، نہ بجلی کی طاقت، نہ کوئی سواری، وہاں ذریعہ آمد و رفت، فقط اونٹ ہے جو اس مسافت کو آمد و رفت میں دو ماہ سے زیادہ میں طے کرتا ہے، اور اس کو انہوں نے بھیجی طاقت سے رات میں طے کیا، جس کا ثبوت ان لوگوں نے اپنی عقلوں کے مطابق پایا، جس سے انکار کی کوئی وجہ نہ تھی۔ تو اب اگر عصبیت کا پردہ اپنی عقلوں سے اٹھائیں گے، تو اس قدر سمجھ سکتے ہیں کہ جب اتنی لمبی مسافت ذرا دیر میں انہوں نے قطع کر لی، تو اگر آسمانوں پر بھی گئے ہوں تو تعجب نہیں۔

علاوہ بریں دنیا میں اسلامی دارالسلطنت، دارالنبوت و دارالمرات ہونے کی ملاحیت انہیں تین خضوں کو ہے۔ مکہ معظمہ جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مولد و مسکن اور حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام اور حضور اقدس ﷺ کا قبلہ ہے۔ مدینہ طیبہ جو حضور کا مرتد و مدفن اور قیامت تک کے لیے آرام گاہ ہے، بیت المقدس جو انبیائے اسرائیل کا قبلہ ہے، جو حضور کے بقدر و اقتدار میں آیا اور سولہ یا سترہ ہجرت تک حضور کا

قبلہ بھی رہا، اور قاعدہ کی بات ہے کہ بادشاہ جب میر کو جاتا ہے، تو ہر جگہ نہیں جایا کرتا، لیکن مشہور مشہور جگہ ضرور دیکھتا ہے۔ اس لیے ضرور ہوا کہ مکہ سے یہ سفر شروع کیا جائے، راستہ میں خاص خاص جگہوں کے علاوہ مدینہ طیبہ میں نزول اجلال فرمایا جائے، پھر بیت المقدس جو تمام انبیائے بنی اسرائیل کا دارالسلطنت و شہر حکومت رہا، وہاں اول سب حضرات کی موجودگی ہی میں شمشانی کا خطبہ پڑھا جائے، اور یہ سب حضرات علمائے نبییت سے فرمایا وارانہ طریقہ پر حضور کا غیر مقدم فرمائیں۔ وہ امام ہوں، یہ سب لوگ منتہی بن کر ان کے پیچھے نماز پڑھیں۔

نماز اقصیٰ میں قاضی سر میاں ہوں مفتی اول آخر

کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے

نماز کے بعد شمشانی خطبہ کس قدر زوردار ہے؟

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَوْسَلَنِیْ وَحَسَنَہٗ لِّعَلَّاکُمْ یٰحِیْیَ وَحَسَنَہٗ لِّتَسَامِعَ
مُشِیْرًا وَّزَنْدِیْرًا ۝۱

"تمام خوبیاں سب قرطیس اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھ کو سارے جہان کے لیے رحمت بنا کر بھیجا، اور تمام لوگوں کو خوشخبری دینے والا اور دُور سنانے والا"

وَ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْفُرْقَانَ وَبَشِّرِ النَّبِیْنَ لِحُجَّتِیْ سَبِیْیَ وَحَسَنَہٗ لِّمَنْ یَّحِبُّ
اَمْنًا وَّخَيْرَ مَخْرَجٍ ۝۲

"اور میرے اوپر قرآن شریف اتارا جس میں سب چیزوں کا روشن بیان ہے اور میری امت کو سب امتوں سے بہتر کیا، جو روئے زمین پر ظاہر ہوئی"

وَ حَسَنَہٗ لِّمَنْ یَّحِبُّ اَمْنًا وَحَسَنَہٗ لِّمَنْ یَّحِبُّ اَمْنًا وَحَسَنَہٗ لِّمَنْ یَّحِبُّ اَمْنًا وَحَسَنَہٗ لِّمَنْ یَّحِبُّ اَمْنًا ۝۳

"اور میری امت کو امت عادل بنایا اور میری امت کو تقدیر خلق میں

"اور میرے لیے میرا سینہ کھول دیا اور مجھ سے میرا بوجھ اُتار دیا اور میرے لیے میرا ذکر بلند کیا اور مجھے فاتحہ ابواب نبوت و خاتم ایوان رسالت بتایا"

جس وقت یہ زوردار خطبہ حضور اقدس ﷺ ارشاد فرما رہے تھے "انبیاء کرام پر ایک خاص کیفیت طاری تھی۔ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اٹھ کر فرمایا:

بِهَذَا فَصَّلْتُكُمْ مَشْهُدَ صَلَّيَ اللَّهُ قُدَّاسًا عَلَيَّ وَعَلَيْكُمْ وَسَلَّمَ يَا مُعْتَصِرِ الْكُتُبِ، فَهَوِّ إِلَى كُتُبِكُمْ يَا اللَّهُ نَبِيًّا وَلَا يَحْزَنُ وَلَا يَنْفَسُ أَنْبَاءُكُمْ وَرَبِّكُمْ مَحْشَلَةً مُتَّحِبَةً

"یعنی اسی وصف کی وجہ سے اے گروہ انبیاء! تم سے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہتر ہیں، تو وہ دنیا و آخرت میں تمہارے امام ہیں اور تم ان کے پیرو اور ان کی امت ہو"

یہ شہنشاہی خطبہ ہے۔ ان بادشاہوں کے دارالسلطنت میں پڑھا جاتا اور وہ لوگ اپنے قریع ہونے اور حضور کی شہنشاہی کو خوشی و دیکھ رہے ہیں اور دل سے پسند کرتے ہیں۔

ع کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِیْہٖ وَسَلَّمَ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

علاوہ بریں جس طرح حضور اقدس ﷺ کی نبوت و حکمت زمین پر ہے، اسی طرح ملاہ اعلیٰ کے مکان بھی حضور کے زیر نگین ہیں اور آسمانوں پر بہت سے فرشتے ایسے ہیں جن کی ذیوبی آسمانوں پر ہی ہے وہاں سے مل نہیں سکتے اور وہ لوگ بھی زیارت حضور اقدس ﷺ کے از حد مشتاق تھے اور برابر یہی دعا کرتے تھے کہ خداوند! ہمیں زیارت سید المرسلین، خاتم النبیین سے شرف فرما۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کو آسمانوں پر بلایا، تاکہ وہ لوگ زیارت سے شرف ہوں اور صحابیت کے وجہ سے ان کی عزت بڑھائی جائے اور ہمیں وہ مقصد بھی حاصل ہو جس کی طرف حدیث ابن عباس میں اشارہ ہوا کہ ان کے قدم آسمانوں پر اس جگہ پہنچے جہاں کسی کی رسائی نہیں ہوتی، اور ضرور تھا کہ یہ شہنشاہی سفر

زمین کے علاوہ آسمانوں پر بھی ہو، تاکہ مکان اعلیٰ بھی اپنے شہنشاہین و ملت، حسیم نعماد جنت کی زیارت سے شرف ہوں اور بیت المعمور میں تمام فرشتے متقدمی ہوں اور رسول اللہ ﷺ وہاں بھی امام بن کر ان سمکوں کو نماز پڑھائیں۔

فرض اللہ تعالیٰ کے سب کام حکمت سے ہوتے ہیں، معراج شریف کے متعلق ہی ایک ایک بات کو غور کیجئے تو ہر ایک میں نہ صرف ایک حکمت، ایک مصلحت ہوگی، بلکہ بے شمار مصالح و فوائد پر مبنی ہوں گے۔

معراج شریف رات میں ہونے کے متعلق مصالح و فوائد "لیلا" پر تقریر کے متعلق عرض کر چکا ہوں۔ آج ایک بات خیال میں آگئی کہ اس امت مرحومہ کو سالِ بحر میں دو دن حبرک عطا ہو چکے تھے۔ ایک عید الفطر، یوم المجازہ... دو سرا یوم الاضیٰ یوم النبیانہ، مگر رات ایک ہی حبرک ملی تھی۔ شب قدر، نزول قرآن کی رات۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ایک حبرک رات شب معراج اور عیادت فرمائی، تاکہ ظاہر میں کالی در حقیقت انوار و برکات ایمانی کی وجہ سے منور و روشن رات مل کر "کَبَلَتْهَا تَحْتَهَا یحییٰ" کا ارشاد مکمل ہو۔

نیز یہ بھی معلوم کرنا چاہیے کہ وہ حبرک رات جس میں معراج شریف ہوئی، وہ پیر کی رات تھی۔ اللہ تعالیٰ نے پیر کے دن کو بہت سے فضائل و کمالات دے کر جمعہ کو ہم چلے کیا، بلکہ افضل کیا۔ حضور اقدس ﷺ کی ولادت باسعادت دو شنبہ کو ہوئی۔ حضور کو نبوت دو شنبہ کو عطا ہوئی، حضور کو ہجرت کا حکم دو شنبہ کے دن ہوا، وقات شریف دو شنبہ کے دن ہوئی، جس دن کی رات معراج کے لیے مقرر ہوئی، وہ بھی دو شنبہ کا دن تھا۔ فرضِ ا دو رات کمال، دو دن کمال، خیر و برکت کا اس امت کو عطا ہوا، تاکہ دو دن شفیق ہوں اور دو راتیں اس امت کے لیے شفاعت کریں۔

اسی طرح اگر تاریخِ دہ معراج پر غور کیا جائے، تو وہ بھی عجیب مصلحت و حکمت پر مبنی ہے۔ رجب کا مہینہ اس لیے مقرر ہوا کہ پہلے سے کھلم کھلاں کو دو حبرک مہینے مل چکے تھے۔ ایک ابتداء سالِ عرم الحرام شریف اور ایک انتہی سالِ ذی الحجۃ الحرام کہ اگلے زمانہ ہی سے حبرک اور مقدس چلے آتے ہیں۔ اب وسط میں کوئی مہینہ خاص طور پر

حزب نہ تھا اس لیے رب العزت نے درمیان سال میں ماہ رجب کو معراج شریف کے فضل سے نوازا۔

اب قدرت نے سال کو تین حزب میں عطا فرمائے۔ ابتدائے سال محرم و وسط سال میں رجب، آخر سال میں ذی الحجۃ الحرام۔ چونکہ افضل باری تعالیٰ اس امت پر بے شمار ہیں اس لیے صرف تین مہینہ دے کر تین تیرہ کرنا پسند نہ فرمایا بلکہ محرم اور رجب کے درمیان میں ماہ مبارک ربیع الاول شریف کو ولادت باسعادت کے تفضل سے شرف فرمایا اور رجب و ذی الحجۃ کے درمیان ماہ مبارک رمضان شریف "شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ" کے فضل سے شرف فرمایا۔

حضور القدس ﷺ کو معراج کی دولت نبوت سے بارہویں سال عطا ہوئی۔ اس میں بھیم مصلحت ظاہر ہے۔ حضور کو چالیسویں سال عمر شریف سے نبوت عطا ہوئی اور ۳۳ سال کی عمر میں دمشق اعلیٰ سے جا ملے۔ ۲۳ سال بعد نبوت دہائیں قیام فرمایا۔ ۲۳ کا نصف ماڑھے گیا رہتا ہے جس کو سال تمام کر لینے سے ۱۲ ہوتے ہیں۔ اس لیے نصف عمر نبوت میں معراج کی دولت ملی جو نبوت کے عین شباب کا وقت ہے۔

بقا پر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب نصف عمر نبوت میں معراج شریف کی دولت ملی تو نصف ماہ میں یعنی پندرہ تاریخ کو معراج ہونا مناسب تھا۔ جو شب ماہ بھی تھی لیکن ایسا نہ ہوا بلکہ ۲۷ تاریخ اس کے لیے مخصوص کی گئی جو بالکل شب تاریک ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ولادت باسعادت ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی تو اگرچہ ہم لوگ ابتدائے مہینہ پہلی تاریخ سے لیتے ہیں لیکن درحقیقت ہم لوگوں کا اسلامی مہینہ تو اس دن سے شروع ہوتا ہے جس دن سے یہ آفتاب نبوت و ماہتاب رسالت طلوع ہوا تو ۱۲ سے دوسرے مہینہ کی ۱۱ تک ایک ماہ کال رسالت کا ہوا۔ اور ۲۷ اس کا نصف ہے کہ ۱۲ اور ۱۵۔ ۲۷ تو نصف ماہ میں معراج ہوئی۔ علاوہ بریں طالب و مطلوب کے ملنے کے لیے شب تاریک ہی مناسب ہے تاکہ اسرار و لطائف کی باتیں راز و نیاز کے رموز عام طور پر عالم آشکارا نہ ہوں۔ اس مضمون کو کسی عاشق نکتہ دان نے کیا خوب نظم کیا ہے

گفت	یا	سیدی	لم	اثر
اللیل	علی	مجید	النصار	المیر
قال	لا	استیع	تغیر	رہی
سکذا	الرسم	فی	طلوع	الہدور
انما	زرت	فی	الاسلام	کلیما
یشرق	اللیل	من	اشعث	نوری

غرض! واقعہ معراج راز ہائے سرست کا انکشاف اور طالب و مطلوب کے درمیان الفت و محبت کے پردوں کے ارتقاع اور محبوب کو اس رتبہ علیا پر پہنچانا ہے جو بدو فطرت سے اس وقت تک نہ کسی کو ملا نہ اس وقت سے قیامت تک کسی کو ملے۔ یہ وہ نعمت لازمال ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب خاص و مطلوب! انکھاس احمد نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت افزائی کی۔

یعنی ایک شب ۲۷ رجب کو رسول اللہ ﷺ ام ہانی کے گھر آرام فرما رہے تھے کہ مکان کی چھت کھلی اور دو شخص آتے ہوئے معلوم ہوئے۔ وہ حضور کو دہلیں سے اٹھا کر 'معلم میں لائے' دہلیں اپنے عم محترم حضرت خزرو اور بچا زاد بھائی حضرت جعفر بن ابی طالب کے درمیان کچھ دیر سوتے کہ جبرئیل و میکائیل و اسرائیل تینوں جلیل القدر فرشتے آئے۔ دہلیں سے حضور کو زمزم کے پاس لائے دہلیں آپ کو پشت کے بل چٹ لٹایا اور جبرئیل امین نے آپ کا سید مبارک صدر سے لے کر اسفل بطن یعنی شکم کے اخیر حصہ تک شق کیا اور میکائیل سے کہا کہ آپ زمزم کا ایک طشت میں لاؤ تاکہ میں آپ کا سید مبارک دھوؤں یا شرح صدر کروں تو تین طشت پانی سے تین مرتبہ سید مبارک کو دھوا اور جو کچھ چھریں تھکنی بھریت شان نبوت سے اودھن قمیں ان کو نکال دیا۔ پھر ایک طشت علم و علم و حکمت کا بھرا ہوا لائے اور وہ پورے کا پورا قلب مبارک میں ایزیل دیا تو قلب مبارک کو علم، علم، حکمت سے بھر دیا۔ پھر دونوں نگہوں کو ملا کر سی دیا اور دونوں مونہوں کے درمیان خاتم نبوت کی مہر کر دی۔

اس کے بعد جنت سے برائے کس کر لائے۔ برائے سفید یا چلتے رنگ کا چھپا ہے

گدھے سے بڑا، شجر سے چوٹا، بہت ہی تیز رفتار تھا کہ مستہانے نگاہ پر قدم رکھتا تھا۔ اس کو نہ پہاڑ عائق تھا نہ دریا مہلک۔ لمبی لمبی مسافتیں یک دم لڑتے ہی طے کرتا تھا۔ ایک شلن اس کی جیب تھی کہ جب پہاڑ کے اوپر چلا تو جھیل ٹانگیں اس کی لمبی ہو جاتیں اور جب پہاڑ سے نیچے اترتا تو اگلی ٹانگیں اس کی بڑی ہو جاتیں، تاکہ سوار کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔

جب حضور اقدس ﷺ نے اس پر سوار ہونے کا ارادہ فرمایا تو براق شفی کرنے لگا۔ جبرئیل علیہ السلام نے اس کے ایال پر اپنا ہاتھ رکھا اور کہا، اسے براق غصہ خدا کی قسم! ان سے زیادہ معزز و محترم خدا کے نزدیک کوئی نہیں تھی جو تجھ پر سوار ہو، اتنا شگفتا کہ براق شرمندہ ہو کر پیٹ پیٹ ہو گیا اور غصہ گیا۔

جب حضور اقدس ﷺ اس پر سوار ہوئے، تو جبرئیل علیہ السلام واسطے چاہے رکاب کو پکڑے رہے اور سیکائل بائیں طرف لگام کو تھامے چلے براق بیت المقدس کے راستہ پر چلا۔ حضور اقدس ﷺ نے اس سفر میں پانچ جگہ جبرئیل کے کہنے پر نماز پڑھی جس سے متحرک بازار اصالحین کے مسئلہ پر روشنی پڑتی ہے۔ راستہ میں بہت سے غلابات قدرت و وحشی کیفیات دیکھیں۔ جس کا بیان ”شیرینہ میں اپنا تفت“ کے ذکر میں ہو گا۔ چلے چلے جبرئیل امین نے عرض کیا کہ حضور براق سے اتار دو رکعت نماز پڑھیں۔ جب حضور نماز پڑھ چکے، تو پوچھا کہ حضور کو معلوم ہے کہ یہ کون سا مقام ہے، جہاں پر حضور نے نماز پڑھی؟ یہ مدینہ منورہ ہے، اس کا نام طیبہ بھی ہے، اس لیے کہ یہاں کی آب و ہوا بہت ہی نفیس اور پاکیزہ ہے، اور یہی جگہ حضور کے ہجرت کی ہے، اور یہی قیامت تک کے لیے حضور کا مقام آرام گاہ ہے۔

پھر حضور سوار ہوئے اور آگے بڑھے، کچھ دور چلے ہوں گے کہ پھر جبرئیل نے کہا کہ حضور نزول اجلال فرمائیں اور دو رکعت نماز اس جگہ بھی پڑھیں۔ جب حضور نماز پڑھ چکے، تو پوچھا کہ یہ کون سی جگہ ہے؟ یہ پجستان دریا ت حائل کے لیے تھا؟ نہ معاذ اللہ! صحیح کے لیے، بلکہ صرف اس لیے تاکہ حضور جو اب اس کی طرف خاص متوجہ ہوں اور اس مقام کی اہمیت خیال میں رکھیں۔ پھر جبرئیل نے کہا، یہ ملک شام شہر دین ہے، اس کو ارض

بیشاء (سفید زمین) بھی کہتے ہیں۔ یہ شجرہ موسیٰ ہے، جس کے سایہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آرام کیا تھا، جب مصر سے فرعون اور اس کے لشکروں کے خوف سے نکلے تھے۔ پھر حضور سوار ہوئے اور چلے۔ قحویٰ دہر کے بعد پھر جبرئیل نے عرض کیا کہ حضور یہاں بھی نزول فرمائیں اور دو رکعت نماز پڑھیں۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو کہا، حضور جانتے ہیں کہ یہ کون سی جگہ ہے؟ یہ طور سینا ہے، یہ مصر و شام کا مشہور پہاڑ ہے، اسی پر شجرہ مبارک کے نیچے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا تھا۔

پھر حضور سوار ہوئے اور چلے۔ قحویٰ دہر چلے، پھر جبرئیل نے کہا کہ حضور اتاریں اور دو رکعت نماز پڑھیں۔ جب نماز سے فارغ ہوئے پوچھا کہ حضور جانتے ہیں کہ یہ کون سی جگہ ہے؟ یہ جگہ فرعون کی لڑکی اور اس کی لولہ کی ماٹلا کا گھر ہے۔ (نگلیں کرنے والی)

پھر حضور سوار ہو کر چلے۔ قحویٰ دہر کے بعد جبرئیل نے کہا، حضور اس جگہ اتار دو رکعت نماز پڑھئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اتارے اور دو رکعت نماز پڑھیں۔ جبرئیل امین نے پوچھا کہ حضور کو معلوم ہے کہ یہ کون سی جگہ ہے؟ پھر کہا، یہ بیت اللحم ہے۔ اسی جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے، یہ ان کی پیدائش کا مقام ہے، یہ شام میں مشہور بہتی بیت المقدس کے قریب ہے۔

اس کے بعد حضرت سوار ہو کر روانہ ہوئے اور بیت المقدس میں باب یحییٰ سے داخل ہوئے اور برابر سیر کرتے رہے، یہاں تک کہ مسجد القصبی پہنچے۔ وہاں پہنچ کر براق شریف سے اترے، اس کو مسجد کے دروازے پر اس حلقہ سے باز جاس میں اور انبیاء علیہم السلام اپنے سواری کے جانور بازو ہا کرتے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ براق کو حلقہ سے کھولا اور مسجد میں سوار ہوا کہ (پھر) کے نزدیک لائے اور اپنی انگلی سے سوار کی سواری سوار کیا اور اس میں براق کو بازو ہا کیا ظاہر کیا کہ آپ وہ نہیں ہیں کہ آپ کی سواری دروازہ پر رہے، آپ کی شلن اذیع داخلی ہے، آپ کی سواری داخل عمل ہوگی۔ جس طرح ملاطین زائد کا دستور ہے کہ وہ باہر دروازہ پر نہیں اترتے، بلکہ عمل تک سوار آتے ہیں اور اس جگہ سواری سے اترتے ہیں۔

غرض! پھر مسجد بیت المقدس میں شرقی دروازہ سے داخل ہوئے اور حضور اقدس

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان کی سرگرمیاں

ہفت واری اجتماع:-

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان نے زیر اہتمام ہر دو روزہ نماز عشا تقریباً ۱۰ بجے رات کو نور مسجد کاغذی بازار کراچی میں ایب انبار منعقد کیا ہے۔ اس سے مقتدر و مختلف علمائے اہلسنت مختلف موضوعات پر خطاب فرماتے ہیں۔

مفت سلسلہ اشاعت:-

جمعیت کے تحت ایک مفت اشاعت کا سلسلہ بھی شروع ہے جس کے تحت ہر ماہ مقتدر علمائے اہلسنت کی کتابیں مفت شائع کر کے تقسیم کی جاتی ہیں۔ خواہش مند حضرات نور مسجد سے رابطہ کریں۔

مدارس حفظ و ناظرہ:-

جمعیت کے تحت رات کو حفظ و ناظرہ کے مختلف مدارس لگائے جاتے ہیں جہاں قرآن پاک حفظ و ناظرہ کی مفت تعلیم دی جاتی ہے۔

درس نظامی:-

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان کے تحت رات کے اوقات میں درس نظامی کی ۱۵ ویں بھی لگائی جاتی ہیں جس میں ابتدائی پانچ درجوں کی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں۔

کتب و کیسٹ انجیری:-

جمعیت کے تحت ایک انجیری بھی قائم ہے جس میں مختلف علمائے اہلسنت کی کتابیں مطالعہ کے لیے اور کیسٹیں سمیت لے لیے مفت فراہم کی جاتی ہیں۔ خواہش مند حضرات رابطہ فرمائیں۔

پوچھتے کیا جو عرض پر یوں گئے مُصطفیٰ کہ یوں
کیفیت کے پر جہاں جلیں کوئی بتائے کیا کیوں
قصر دنا کے راز میں عقلیں تو کلم ہیں جیسی ہیں
نورِ قدس سے پوچھتے تم نے بھی کچھ سنا کہ یوں
میں نے کہا کہ جلوہ اصل میں کس طرح نکلیں
صبح نے نورِ مہر میں مٹ کے دکھا دیا کیوں

ہاے رے ذوق ہے خودی دل جو سینے سے لگا
چمک کے مہک میں بھول کی گرنے لگی سب کہ یوں
دل کو دے نورِ دامن عشق پھر میں فنا دو نیم کر
مانا ہے سن کے شوق ماہِ آنکھوں سے اب دکھا کہ یوں
دل کو بے فکر کس طرح نردے جلاتے ہیں سے حضور
اے میں فنا لگا کر ایک بھوکرا سے بت کہ یوں
باغ میں شکر وصل تھا بجز ہیں بائے ہائے گل
کام ہے ان کے ذکر سے خیر وہ یوں بڑا کہ یوں
جو کہے شعر و پاس شمعِ دونوں کا حسن کیوں کر آئے
لا اے پیش جلوہ زمر مہر صفا کہ یوں

پیغام اعلیٰ حضرت

امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ
پیارے بھائیو! تم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھولی بھالی بھیڑیں ہو
بھیڑے تمہارے چاروں طرف ہیں یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں بہکا دیں تمہیں فتنے میں
ڈال دیں تمہیں اپنے ساتھ جہنم میں لے جائیں ان سے بچو اور دور بھاگو دیوبندی
ہوئے، رافضی ہوئے، نجیری ہوئے، قادیانی ہوئے، پکڑالوی ہوئے، غرض کتنے ہی
فتنے ہوئے اور ان سب سے نئے گاندھوی ہوئے جنہوں نے ان سب کو اپنے اندر
لے لیا یہ سب بھیڑیے ہیں تمہارے ایمان کی تاک میں ہیں ان کے حملوں سے اپنا
ایمان بچاؤ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم، رب العزت جل جلالہ کے نور ہیں حضور سے
صحابہ روشن ہوئے، ان سے تابعین روشن ہوئے، تابعین سے تبع تابعین روشن
ہوئے، ان سے ائمہ مجتہدین روشن ہوئے ان سے ہم روشن ہوئے اب ہم تم سے کہتے
ہیں یہ نور ہم سے لے لو ہمیں اس کی ضرورت ہے کہ تم ہم سے روشن ہوو نور یہ ہے کہ
اللہ و رسول کی سچی محبت ان کی تعظیم اور ان کے دوستوں کی خدمت اور ان کی بکرم اور
ان کے دشمنوں سے سچی عداوت جس سے خدا اور رسول کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ
پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو فوراً اس سے جدا ہو جاؤ جس کو بارگاہ رسالت میں
ذرا بھی گستاخ دیکھو پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ معظم کیوں نہ ہو، اپنے اندر سے اسے
دودھ سے کھٹی کی طرح نکال کر پھینک دو۔

(وصایا شریف ص ۳۱ از مولانا حسین رضا)